زوالِ امت کا اصل سبب اور اس کا علاج

(مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں)

اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علتِ حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دے کہ صرف ایک ہی علتِ اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل واسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جاسکتا ہے کہ علماءِ حق ومرشدین صادقین کا فقدان اور علماءِ سوء ومفسدین دجالین کی کثرت ...... ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾ اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملے میں اس کا علاج کیا ہے تو اس کو امام مالک رحمہ اللہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیے کہ "لا يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها" یعنی اُمت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہوسکے گی تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی، اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآنِ حکیم کے اصلی وحقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں۔ (''البلاغ'' جلد اوّل، شمارہ اوّل، مؤرخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۱۵ء)

۳۹۔حرام چیزوں کو دیکھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرك ذلك لا محالة فالعينان زناهما النظر والأذنان زناهما الاستماع، واللسان زناه الكلام واليد زناها البطش والقلب يهوي ويتمنى ويتصدق ذلك الفرج ويكذبه. (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٢٤٣)

''ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھا جا چکا ہے جسے وہ لامحالہ پانے والا ہے۔پس دونوں آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، دونوں کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے۔دل خواہش وتمنا کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''

۴۰۔ایسا کلام جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کردے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن العبد يتكلم بالكلمة من سخط الله، لا يلقي لها بالا، يهوي بها في جهنم.)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٤٧٨، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٩٨٨)

''بسا اوقات بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہتا ہے، اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا، حالانکہ اس کے بدلے جہنم میں گر جائے گا۔''

۴۱۔دھوکہ دہی اور خیانت کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا جمع الله الأولين والآخرين يوم القيامة يرفع لكل غادر لواء فقيل: هذه غدرة فلان بن فلان.)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٧٣٥، صحيح بخاري، رقم الحديث: ٣١٨٨)

''جب اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے تمام لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا تو ہر دھوکہ دینے والے کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

05 جمادی الثانی 1433ھ جمعة المبارک 27 اپریل تا 03 مئی 2012ء

مسلک اہلحدیث کا داعی وترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 17 جلد 64

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

چشمۂ فیض

حافظ احمد شاکر

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ مسلکِ محدثین اور جماعت اہل حدیث کے لیے من جانب اللہ ایک دلِ دردمند لے کر آئے تھا۔ بدو شعور ہی سے انھیں صرف کتاب سے محبت تھی۔ شوقِ علم میں وہ گھر سے جب نکلے تو انھوں نے جو چیز سب سے پہلے خریدی وہ فتح الباری شرح صحیح بخاری تھی اور دوسری چیز بھی کتاب ہی تھی اور وہ تھی قیام اللیل للمروزی، پھر وہ عمر بھر ''قوت لایموت'' پر گزارہ کرتے رہے۔ جو بچتا یا جو وہ سینچتے اس سے صرف کتاب خریدتے اور جو کتاب خریدتے اس کو پڑھتے بھی کہ ہر کتاب پہ لگے ان کے قلم کے نشانات اور اس کے اہم مباحث کے اشارے بقید صفحات ان کی اس عادت کے گواہ اور شاہد ہیں۔ چنانچہ قیام پاکستان کے وقت چھ، سات ہزار، جن میں امہات الکتب بھی شامل تھیں، کتب ان کا اندوختہ تھیں جو ۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقع پر فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں چھوڑ کر خالی ہاتھ پاکستان ہجرت کر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فیروز پور میں ان کو علمی مقام اور سیاسی احترام دیا ہوا تھا، اس کے باوجود جب وہ تھوڑے ہی دنوں بعد فیروز پور میں اپنی کتابیں لینے گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا، سب کچھ بلوائیوں نے ضائع کر دیا تھا۔

پاکستان منتقل ہو کر وہ کچھ عرصہ گوندلانوالہ (جہاں قیام کے دوران انھوں نے ہفت روزہ الاعتصام کی طباعت کا اجازت نامہ حاصل کیا جو کچھ عرصہ تک انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کے انتظام میں چلتا رہا، پھر مرکزی جمعیت اہل حدیث تشکیل پانے پر اس کے زیر انتظام چلا گیا) میں رہے، پھر مولانا محمد داود غزنوی رحمہ اللہ کے حکم پر لاہور بحیثیت صدر المدرسین دار العلوم تقویۃ الاسلام منتقل ہو گئے اور یہاں ان کے ذوقِ کتب بینی نے پھر انگڑائی لی تو انھوں نے دوبارہ کتب خریدنا شروع کر دیں۔ کتابیں وہ پہلے بھی بہ نیت وقف خریدتے رہے اور پاکستان آ کر بھی ان کی نیت یا ارادہ تبدیل نہ ہوا، چنانچہ وہ اپنا پیٹ کاٹ کر جگر لخت لخت اکٹھا کرتے رہے نہ انھوں نے زمین خریدی نہ مکان بنایا خریدا تو صرف کتاب کو۔ ان کا کہنا تھا کتاب مفت حاصل کرنا ذوق کی توہین ہے۔

اپنے رہائشی علاقے شیش محل روڈ اور اس کے قرب و جوار میں حفظ قرآن کا انتظام نہ ہونے کے باعث انھوں نے ۱۹۶۴ء میں کرائے کے مکان میں مقامی بچوں کے لیے حفظ قرآن کی تعلیم گاہ ''مدرسہ مصباح القرآن'' کے نام سے شروع کی تھی ۱۹۶۹ء میں حالات نے پلٹا کھایا اور الاعتصام مرکزی جمعیت اہل حدیث کے انصرام سے نکل آیا جس کا انتظام دوبارہ انھی کو سنبھالنا پڑا۔ ۱۹۷۶ء کے اواخر یا ۱۹۷۷ء کے اوائل میں کرائے کی بلڈنگ، جس میں مدرسہ مصباح القرآن اور الاعتصام سرگرم عمل تھے، مالک مکان نے خالی کروالی تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور مولانا بھوجیانی رحمہ اللہ نے اپنے نیاز مندوں کے تعاون سے ۵ مرلہ کا خالی پلاٹ حاصل کر لیا اور ۱۹۷۷ء کے وسط میں تین کمروں پر مشتمل ایک عمارت مکمل ہو گئی تو مدرسہ مصباح القرآن اور ہفت روزہ الاعتصام یہاں منتقل ہو گئے۔ اگلے ہی سال پہلی منزل میں مسجد تعمیر ہو گئی جس میں پنج وقتہ نماز با جماعت اور رمضان کے مہینے میں تراویح کا انتظام کر دیا گیا۔ ۱۹۷۹ء میں جب دوسری منزل تعمیر ہو گئی تو مولانا رحمہ اللہ نے اپنا سارا کتب خانہ اس عمارت میں منتقل کر دیا جس کی افتتاحی نشست کی صدارت حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے فرمائی اور پھر جون ۱۹۸۰ء مولانا رحمہ اللہ نے اعیانِ جماعت اہل حدیث کے لیے اپنا سارے کتب خانے اور عمارت کے وقف کرنے کا اعلان کر دیا اور اس ادارے کو دار الدعوۃ السلفیہ کا نام دے کر اس کی کلاہ صدارت اپنے تلمیذ گرامی مولانا فضل الرحمٰن بن محمد الازہری حفظہ اللہ کے سر پر رکھ دی۔ مولانا ازہری حفظہ اللہ نے ۲۵ سال تک ادارے کی صدارت فرما کر حق تلمذ اس طرح ادا کیا کہ وہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی خدمت خود بھی کرتے رہے اور احباب کو متوجہ کر کے دار الدعوۃ السلفیہ میں برکت کا سبب بھی بنتے رہے۔ تقبل الله جهودهم وجزاه الله تعالى عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء.

دار الدعوۃ السلفیہ مندرجہ ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا: (۱) مدرسہ مصباح القرآن۔ (۲) ہفت روزہ الاعتصام۔ (۳) مسجد۔ (۴) لائبریری۔ (۵) المجلس العلمی السلفی

۱: مدرسہ مصباح القرآن میں حفظ و ناظرہ قرآن حکیم کی تعلیم اور بچوں کو ادعیہ مسنونہ کی تعلیم کا انتظام کیا گیا جو پس و پیش ۱۹۶۴ء سے تا جاری ہے۔ الحمد للہ مدرسہ سے سینکڑوں بچے ناظرہ اور بیسیوں بچے حفظ قرآن اور ادعیہ مسنونہ کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔

۲: ہفت روزہ الاعتصام: اس کی تاریخ شاہد ہے کہ اس نے ہر سچ کی ہمیشہ تائید کی، ہر خیر کی حوصلہ افزائی اور ہر غلط بات اور شرّ کی تردید بھی کی، اس پر تنبیہ بھی کی اور بوقت ضرورت شرّ کو للکارنے سے گریز بھی نہیں کیا۔

مسلمانوں میں اتحاد کی کوشش کرتے رہنا اس کی پالیسی میں شامل ہے۔ الاعتصام مسلک محدثین کی تبلیغ میں حتی الامکان کوشاں رہا لیکن مضبوط دلائل، ٹھوس شواہد، ممکن حد تک عمدگی کے انداز اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ہی اس کی یہ کوشش بھی رہی کہ مختلف الخیال اصحاب علم کے علم و فضل کے احترامات فائقہ میں بھی فرق نہ آئے۔ اسی طرح الاعتصام اس معاملے میں حتی الامکان کوشاں رہا ہے کہ جماعت اہل حدیث کے اصحابِ علم کے مابین فروعی اور جزوی مسائل میں آراء کے اختلاف کو محاذ آرائی تک نہ لے جایا جائے زیادہ سے زیادہ ہر نکتہ نظر کے علماء کی مختلف آراء قارئین کے سامنے رکھنے کے بعد آئندہ معذرت کر لی جاتی ہے تاکہ قارئین مختلف آراء کو سامنے رکھ کر خود تحقیق فرما کر جس

رائے کو اقرب الی الصواب سمجھیں اس کو قبول کرلیں۔

جماعت کی مختلف تنظیموں، ان کی پالیسیوں، ان کے طریق کار اور مقاصد کو بھی الاعتصام زیر بحث نہیں لاتا کہ یہ باہمی نظم یا گھر کی بات ہوتی ہے جس کو الاعتصام نے ریکارڈ بنانا کبھی درست نہیں سمجھا۔

اسی طرح گمنام و گوشہ نشین کے علماء و مدرسین کے حالات طبع کرنے کا اہتمام بھی الاعتصام کرتا رہتا ہے۔ عالمی سیاست میں الاعتصام اپنی بساط کی حدتک یہ سمجھ کر اس پر نظر رکھتا ہے کہ دنیا میں اصل مقابل ہلال وصلیب ہیں، جب کہ افسوسناک تاریخی حقیقت یہ ہے کہ صلیب نے مسلمانوں خصوصاً ترقی پذیر مسلمان ممالک میں اپنے چیلے چانٹوں، ذلہ خواروں اور ٹوڈیوں کا جال بچھا رکھا ہے جو چند ٹکوں کی خاطر اس کی دسیسہ کاریوں سے اس کے مددگار بنتے اور اس کی سازشوں میں شریک ہوکر مسلم امہ کو ناکامیوں سے دوچار کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ جب کہ صلیب یہود و ہنود کو استعمال کرکے اور اپنے خود کاشتہ پودے قادیانیت اور دیگر عجمی فتنوں کی معاشی سرپرستی کرکے اسلام کی بیخ کنی میں مگن ہے۔ تاہم الاعتصام اللہ تعالیٰ کے وعدے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرین کی نورانی شمع کی حفاظت میں سرگرم عمل ہے اور مسلمانوں کے دل میں اس کی جھلملاتی لو کو جلائے رکھنے کا فرض نبھا رہا ہے۔

درسِ قرآن کریم اور درس حدیث کی باقاعدگی سے قارئین کے ذوقِ علم اور شوقِ عمل کو مہمیز بھی لگاتا رہتا ہے۔ فتاویٰ جات سالہا سال محترم شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾ تحریر فرماتے رہے۔ اب ان کی کثرت اسفار اور علالت طبع کے باعث یہ خدمت محترم شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ عفیف ﷾ سرانجام دے رہے ہیں۔ نیز جدید مسائل فقہیہ میں محققین کے مقالات کو ترجیحاً شائع کرکے اس فرض کفایہ سے بھی عہدبرآ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ جماعتی خبریں تو اس کا مستقل عنوان ہیں ہی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ایک بہت بڑا فضل اس کی باقاعدگی بھی ہے کہ الحمد للہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے علاوہ اس کی اشاعت کے تسلسل میں انقطاع کبھی نہیں ہوا۔ باقی رہی تاخیر! تو یہ لوڈشیڈنگ کے وہ منحوس اثرات ہیں جن سے وطن عزیز اس وقت دوچار ہے۔

۳: مسجد۔ اس میں پنجگانہ اذان و جماعت کی باقاعدگی اور بعد نماز ظہر درس حدیث کے اہتمام کے علاوہ رمضان المبارک میں تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۴: لائبریری۔ دارالدعوۃ السلفیہ کی مجلس عاملہ کے فیصلے کے مطابق اب اس کا نام ''محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری'' رکھ دیا گیا ہے۔ اس میں تقریباً بیس ہزار ٹائٹل اور کم وبیش ساڑھے تین صد رسائل وجرائد کا ریکارڈ ہے۔ کتب میں تفسیر، حدیث، فقہ کی امہات الکتب، نیز تصانیف امام ابن تیمیہ، ابن القیم، نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب ﷫ کی میسر تصانیف کے علاوہ ولی اللہی خاندان کی تصانیف موجود ہیں۔ یہ لائبریری صبح نو بجے سے شام پانچ بجے تک اہتمام سے کھلتی ہے جس میں دارالدعوۃ کے رفقاء کار آنے والے علماء وطلباء اور طالبات کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں۔ بیرون ملک کے علماء و محققین ومفتیان گرامی قدر کے علاوہ اس لائبریری سے پاکستان بھر کی یونیورسٹیوں خصوصاً عربی، اسلامیات اور تاریخ کے پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم فل کے بیسیوں طلباء وطالبات اور ایم اے کے سینکڑوں طلباء وطالبات استفادہ کرچکے ہیں۔

۵: المجلس العلمی السلفی: یہ خالص علمی، تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی شعبہ ہے جس میں احباب کے تعاون سے تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ عربی (بڑے سائز کے کامل چار جلد) کے تین ایڈیشن، منتقی الاخبار اردو ۱۳۰۰ صفحات پر کامل دو جلد کے تین ایڈیشن، نواب صاحب کی خودنوشت کے دو ایڈیشنوں کے علاوہ تیس کے قریب مطبوعات شائع ہوچکی ہیں۔

محبان دارالدعوۃ السلفیہ اور قارئین الاعتصام کی اکثریت کے لیے مذکوہ بالا طول کلامی میں شاید کوئی نئی بات، سوائے اس کے کہ ان کے عطیات بفضلہ تعالیٰ بشری حدتک دیانت امانت سے خرچ کیے جاتے رہے، کیے جارہے ہیں اور کیے جاتے رہیں گے، نہ ہو۔ ہاں البتہ مذکورہ بالا تحریر قارئین کے اولادواحفاد یا جدید قارئین کے لیے معلومات اضافے کا سبب یقیناً ہوگی۔

ہم بصد شکر الٰہی معاونین دارالدعوۃ السلفیہ اور محبان الاعتصام کے اس بے پایاں اور بے لوث تعاون کا اعتراف کرتے ہیں جو وہ رمضان المبارک میں ہماری یاددہانی پر ہر سال ارسال کرتے رہتے ہیں بلکہ درمیان سال U.P.S وائرنگ فرنیچر کے اخراجات یا کتب کی خریداری کے لیے ہماری ایک ہی آواز پر ہمارے بزرگ، احباب اور بھائی لبیک کہتے ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے فضل سے ان احباب کے ذریعے ہماری ضرورتیں پوری فرمادیتا ہے نحمد اللہ تعالیٰ وجزاہم اللہ الکریم۔

موجودہ جمہوری حکومت نے مہنگائی سے جس طرح پاکستانی عوام کی چیخیں نکال دی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہمارے رفقائے کار نہایت تھوڑے معاوضوں پر ہمارے ساتھ بروئے عمل رہتے ہیں دارالدعوۃ السلفیہ کی مجلس عاملہ کے گذشتہ ایک اجلاس میں ہمارے رفقاء کے اعزازیوں میں بیس فیصد اضافہ کردیا تھا جو اگرچہ مہنگائی کی نسبت بہت ہی کم تھا لیکن اس اضافے سے ادارے کے اخراجات کا (رفقاء کے مشاہروں میں بیس فیصد اضافے اور مہنگائی کے پچاس فیصد اضافے سے) بوجھ بڑھ گیا تھا گذشتہ کئی سال سے ادارہ کم وبیش تین لاکھ کا مقروض بایں انداز رہتا ہے کہ رمضان المبارک کے عطیات سے سابقہ قرض ادا کردیتے ہیں اور آئندہ رمضان سے دو تین ماہ قبل ہم پھر قرض لینے پر مجبور ہوجاتے ہیں ادارے سے آپ کی لوجہ اللہ محبت پر اعتماد کرتے ہوئے ہم نے یہ داستان سرائی کی ہے کہ قرض کی ہمیشگی مستحسن بات نہیں ہوتی اس سے زیادہ ہم کچھ کہنا بھی چاہیں تو کہہ ہی نہیں سکتے کہ

کہہ چکا اس قدر، پھر وہی تشنگی دل کی   کچھ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کہنا کیا ہے

اللہ تعالیٰ انسانیت پر، مسلم امہ پر عموماً اور ہم وطن بھائیوں پر خصوصاً رحمت فرمائے ہمیں ہدایت طلب کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

درس قرآن

قسط نمبر ۲۰

تفسیر سورۂ یٓس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَ جَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝ اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ۝﴾ [یٰس : ۲۰، ۲۱]

''اور شہر کے سب سے دور کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا: اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔ ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور وہ سیدھی راہ پائے ہوئے ہیں۔''

پہلی آیات میں تین رسولوں کے منکرین کا ذکر ہے جنھیں اہل مکہ کے لیے بطورِ مثال ذکر کیا ہے کہ جیسے اہل مکہ آج رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا انکار کر رہے ہیں اس طرح ایک اور بستی والوں نے ایک رسول کیا تین رسولوں کی دعوت کو ٹھکرایا۔ اہل مکہ پر جس طرح کسی برہان کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اس سطح پر ہیں کہ انھیں ڈرانے اور سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں، اسی طرح اس بستی والوں کو یکے بعد دیگرے تین رسولوں کی تبلیغ بھی کوئی اثر نہ ہوا بلکہ الٹا رسولوں کو موردِ الزام ٹھہرانے لگے اور انھیں قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ لیکن ایسا بھی ہرگز نہیں کہ اس بستی میں کوئی بھی ''رجل رشید'' نہ تھا اور کسی کے دل میں اللہ کا ڈر اور اس کے رسولوں کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں تھا۔ بلکہ رسولوں کی تکذیب وتہدید کے علی الرغم ایک ایسا شخص تھا جس کا دل اللہ کے خوف سے لبریز تھا اور ان رسولوں پر ایمان رکھتا تھا بلکہ ان کی دعوت کا مؤید بھی تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تائید میں اور ''رجل مومن'' نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں کہا تھا:

﴿اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ﴾ [المؤمن : ۲۸]

''کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔''

﴿اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ﴾ ''أقصی'' ''قَصِیَ'' سے ہے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی زیادہ بُعد، زیادہ دور ہیں۔ ''المسجد الأقصیٰ'' سے مراد بیت المقدس ہے کیونکہ یہ مکہ مکرمہ سے دوری پر تھا۔ یہاں لفظ ''المدینۃ'' یعنی شہر آیا ہے جبکہ شروع قصہ میں ''القریۃ'' کا لفظ آیا ہے جس کا معنی عموماً بستی کیا جاتا ہے مگر اس کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ طائف اور مکہ مکرمہ کے حوالے سے قرآنِ مجید میں کفارِ مکہ کا قول ذکر ہوا ہے:

﴿وَ قَالُوۡا لَوۡ لَا نُزِّلَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡیَتَیۡنِ عَظِیۡمٍ ۝﴾ [الزخرف : ۳۱]

''اور انھوں نے کہا: یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟''

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ ہِیَ اَشَدُّ قُوَّۃً مِّنۡ قَرۡیَتِکَ الَّتِیۡۤ اَخۡرَجَتۡکَ ۚ اَہۡلَکۡنٰہُمۡ فَلَا نَاصِرَ لَہُمۡ ۝﴾ [محمد : ۱۳]

''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جو تیری اُس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس (کے رہنے والوں) نے تجھے نکالا، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔''

بلکہ ''القریۃ'' کا اِطلاق دراصل اس جگہ پر ہوتا ہے جہاں لوگ جمع ہو کر آباد ہو جائیں، اور بحیثیت مجموعی ان دونوں کو قریہ کہتے ہیں۔ جمع ہونے والوں پر اور جگہ پر انفراداً بھی ''قریۃ'' کا لفظ بولا جاتا ہے۔ (المفردات)

﴿رَجُلٌ یَّسْعٰی﴾ ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا نام حبیب نجار تھا۔ امام مجاہد، مقاتل اور قتادہ کا یہی قول ہے۔ ابن اسحاق نے یہی نام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب الاحبار اور وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے۔ حتی کہ یاقوت الحموی نے معجم البلدان (۲۶۹/۱) میں انطاکیہ شہر کے تعارف میں یہ بھی لکھا ہے کہ حبیب نجار کی قبر انطاکیہ میں معروف ہے اور دور دور سے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں، حالانکہ اس بستی یا شہر کو انطاکیہ قرار دینا ہی درست نہیں جیسا کہ پہلے ہم امام ابن کثیر سے نقل کر آئے ہیں چہ جائیکہ وہاں حبیب نجار کی قبر ہو۔ قبر پرستی اور قبروں کی تجارت کے نتیجے میں کتنی جعلی اور بے اصل قبریں وجود میں آئی ہوئی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دمشق میں حضرت ابی بن کعب کی قبر ہے، حالانکہ بالاتفاق وہ مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔ جامع دمشق کے قریب حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے، حالانکہ کسی صاحب علم نے دمشق میں ان کی وفات ذکر نہیں کی۔ ان کی بعثت یمن میں تھی۔ قوم کی ہلاکت کے بعد وہ مکہ مکرمہ چلے آئے اور وہیں فوت ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ یمن میں ہی فوت ہوئے تھے۔ اسی طرح دمشق کے مغربی دروازے کے باہر حضرت اویس رحمہ اللہ کی قبر ہے، حالانکہ کسی نے بھی ذکر نہیں کیا کہ وہ دمشق آئے ہوں۔ کہا گیا ہے کہ وہ صفین میں شہید ہوئے تھے۔ بعض نے فارس کی سرزمین کے نواح میں ان کی وفات ذکر کی ہے۔ اسی طرح ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دمشق میں قبر ہے، حالانکہ بالاتفاق ان کا انتقال مدینہ میں ہوا بلکہ وہ شام تشریف ہی نہیں لے گئیں۔ مزید تفصیل کے لیے إقتضاء الصراط المستقیم (ص: ۳۱۶-۳۱۹) ملاحظہ فرمائیں۔

یہ ''قبروں کی تجارت'' کا اثر ہے کہ ایسی بہت سی بے اصل اور جعلی عالیشان قبریں ہیں جہاں کسی بزرگ کا کوئی وجود نہیں بس اس کے نام کی قبر ہے بلکہ ایک بزرگ کے نام پر متعدد قبریں ہیں اور ان سب کو ''مرجع خلائق'' سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان ہی وہاں ''حاضری'' نہیں دیتے ہندو اور عیسائی بھی ''حاضر'' ہوتے ہیں اور ''مرادیں پاتے'' ہیں۔ اب کیا عامۃ الناس کے اس اجتماع سے سمجھ لیا جائے کہ واقعی وہاں بزرگ مدفون ہیں؟ اس لیے انطاکیہ میں حبیب نجار کی قبر سے یہ ثابت کرنا کہ یہ قصہ اسی بستی کا ہے اسی طرح عامۃ الناس کا اس کی زیارت کے لیے دور دراز سے جانا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ اولیاء اللہ کی قبروں کی طرف دور دراز کا سفر کرنا جائز ہے۔ یہ طریقہ قدیم سے یہود ونصاریٰ کا تھا۔ ان کی قبر پرستی کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت کی ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

علامہ آلوسی نے حبیب نجار کے احوال کے حوالے سے مختلف حکایات ذکر کر کے بالآخر کہا ہے:

''لم يتحقق عندي صحة شيء منها .''

(روح المعاني: ۲۲/ ۲۰۸)

''ان میں سے کسی شے کی صحت میرے نزدیک متحقق نہیں۔''

اس لیے ان بے اصل حکایات کو ذکر کرنا ہم مناسب نہیں سمجھتے۔

مولانا اصلاحی کا خیال ہے کہ ﴿رَجُلٌ یَّسْعٰی﴾ سے مراد ''مومنِ آلِ فرعون'' ہے جس کا ذکر سورۃ المومن، الاعراف اور القصص میں آیا ہے۔ حالانکہ القصص (۲۰) میں ﴿وجاء رجل من اقصی المدينة﴾ میں آنے والا آدمی موسیٰ علیہ السلام کے اعلانِ نبوت سے سالہا سال پہلے کا ہے جب موسیٰ علیہ السلام سے آل فرعون کا شخص مارا گیا تھا، جب کہ سورۃ المومن (۲۸) اور اس سے پہلے کی آیات میں تنہا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون کے ارادۂ قتل کا ذکر ہے۔ اور ''رجل مومن'' نے بھی یہی کہا تھا:

﴿اتقتلون رجلا ان يقول ربي الله﴾

''کیا تم اس آدمی کو قتل کرنے کے درپے ہو جو کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔''

مگر یہاں تو تینوں انبیاء کو قتل کرنے کی دھمکی مل رہی ہے اور یہ ''رجل'' صرف ''مرسلین'' کی اتباع کی ترغیب دیتا ہے اور ان کی رسالت پر دلیل بیان کرتا ہے، اس لیے سورۂ یٰس میں اس ''رجل'' سے ''مومنِ آلِ فرعون'' مراد لینا بہر نوع درست نہیں۔ (باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

۱۲۳۵ . عن ابن عمر يقول: لم يكن رسول الله ﷺ يدع هؤلاء الكلمات إذا أصبح وإذا أمسى: ((اللهم إني أسألك العافية في الدنيا والآخرة، اللهم إني أسألك العفو والعافية في ديني ودنياي وأهلي ومالي، اللهم استر عوراتي وآمن روعاتي، اللهم احفظني من بين يدي ومن خلفي وعن يميني وعن شمالي ومن فوقي وأعوذ بعظمتك من أن أغتال من تحتي.))

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو صبح وشام پڑھتے اور کبھی چھوڑتے نہیں تھے، (وہ کلمات یہ ہیں:) اے اللہ! میں آپ سے مانگتا ہوں عافیت دنیا میں اور آخرت میں۔ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اپنے گناہوں کی معافی کا اور تندرستی کا اور عافیت کا دین میں اور دنیا میں اور اہل ومال میں۔ الٰہی! میری پردہ پوشی فرما اور مجھے فکروں سے آزاد کر کے امن وسکون عنایت فرما۔ اے اللہ! میری حفاظت فرما میرے سامنے سے اور میرے پیچھے سے، اور میرے دائیں سے اور میرے بائیں سے اور میرے اوپر سے اور میں تیری عظمت کی پناہ لیتا ہوں کہ میں ہلاک کیا جاؤں نیچے سے۔"

۱۲۳۶ . عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: ((من قال حين يصبح: اللهم إنا أصبحنا نشهدك ونشهد حملة عرشك وملائكتك وجميع خلقك إنك أنت الله لا إله إلا أنت وحدك لا شريك لك، وأن محمدا عبدك ورسولك، إلا أعتق الله ربعه في ذلك اليوم، ومن قالها مرتين أعتق الله نصفه من النار، ومن قالها أربع مرات أعتقه الله من النار في ذلك اليوم.))

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھی: اے اللہ! ہم نے صبح کی، ہم تجھے گواہ بناتے ہیں اور ہم تیرے عرش کے اٹھانے والوں کو اور تیرے تمام فرشتوں کو گواہ بناتے ہیں، اور تیری تمام مخلوق کو بھی گواہ بناتے ہیں کہ بے شک تُو ہی ہمارا اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تُو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے چوتھائی حصے کو جہنم سے آزاد فرما دیتے ہیں۔ اور جس نے دو مرتبہ یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے آدھے حصے کو دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں۔ اور جس نے چار مرتبہ یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ اس کو پورا پورا جسم آزاد کر دیتے ہیں۔"

باب: ما يقول إذا أمسى؟

شام کے وقت کیا دعا کرنی چاہیے؟

۱۲۳۷ . يقول أبو هريرة: قال أبوبكر: يا رسول الله! علمني شيئا أقوله إذا أصبحت وأمسيت قال: ((قل: اللهم عالم الغيب

والشهادة، فاطر السمٰوات والأرض، كل شيء بكفيك، أشهد أن لا إله إلا أنت، أعوذبك من شر نفسي ومن شر الشيطان وشركه، قله إذا أصبحت وإذا أمسيت وإذا أخذت مضجعك.))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: مجھے ایسی دعا سکھا دیجیے جس کو میں صبح اور شام پڑھا کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو: اے اللہ! غیب اور حاضر جاننے والے! آسمانوں اورزمین کے پیدا کرنے والے! ہر چیز تیرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس دعا کو صبح وشام پڑھ لیا کرو اور جب تم بستر پر لیٹو اس وقت بھی پڑھ لیا کرو۔''

١٢٣٨. عن أبي هريرة.. مثله. وقال: ((رب كل شيء ومليكه)) وقال: ((شر الشيطان وشركه.))

''اسی طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بھی مروی ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں ''ہر چیز کا پالنے والا رب اور اس مالک ومختار'' اور بھی فرمایا شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے۔''

١٢٣٩. عن أبي راشد الحبراني، أتيت عبد الله بن عمرو فقلت له: حدثنا بما سمعت من رسول الله ﷺ فألقى إلي صحيفة فقال: هذا ما كتب لي النبي ﷺ فنظرت فيها فإذا فيها: إن أبا بكر الصديق رضي الله عنه سأل النبي ﷺ قال: يا رسول الله! علمني ما أقول إذا أصبحت فإذا أمسيت، فقال: ((يا أبا بكر! قل: اللهم فاطر السمٰوات والأرض، عالم الغيب والشهادة، رب كل شيء ومليكه، أعوذبك من شر نفسي ومن شر الشيطان وشركه، وأن أقترف على نفسي سوءا أو أجره إلى مسلم.))

''ابوراشد حبرانی سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر کے پاس آیا۔ میں نے عرض کیا: وہ حدیث سناؤ جو آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو تو انھوں نے میری طرف ایک صحیفہ لکھا ہوا کاغذ کا ڈال دیا اور فرمایا: یہ وہ ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے میرے لیے لکھوایا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا مجھے کوئی ایسی دعا سکھا دیجیے جس کو میں صبح وشام پڑھا کروں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! یہ دعا پڑھ لیا کرو: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اور غیب اور حاضر کے جاننے والے، ہر چیز کے پالنے والے اور اس کے مالک آپ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے اور اس بات سے کہ میں اپنی جان پر کوئی بے جا حرکت کر بیٹھوں یا کسی مسلمان سے تکلیف دینے والا معاملہ کروں۔''

باب: ما يقول إذا آوى إلى فراشه؟

جب اپنے بستر پر سونے کے لیے جائے تو کیا کہے؟

١٢٤٠. عن حذيفة قال: كان النبي ﷺ إذا أراد أن ينام قال: ((باسمك اللهم أموت وأحيا)) وإذا استيقظ من منامه قال: ((الحمد لله الذي أحيانا بعد ما أماتنا وإليه النشور.))

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ''اے اللہ! میں تیرا نام لے کر مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔'' اور جب نیند سے بیدار ہوتے یہ دعا پڑھتے: ''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہم کو مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔''

(۱۰)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

افسوس کہ ناسازی طبع کے باعث جرعات کی اشاعت کا تسلسل باقی نہ رہ سکا۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا تھا کہ رحیق کا مقصدِ اشاعت فتنۂ انکارِ حدیث اور الحاد وتجدد سے اصحابِ علم کو باخبر رکھنا، ان کے تدارک کی طرف اہلِ علم کو متوجہ کرنا اور مثبت انداز میں مذکورہ بالا دونوں طبقات کے دجل آمیز خیالات اور استشراق کی بنیاد پر پھیلائے ہوئے مغالطات کو طشت ازبام کرنا تھا۔ پاکستان کا آئین اور نظامِ حکومت کیسا ہو؟ یہ بحث قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اپنی خواہشِ عمل گریزی کے باعث پاکستان میں اسلام کی آئینی دخل اندازی سے گریزاں تھا، استشراقی رسد اور متجددین کی موشگافیاں جب رطب یابس دلائل سے ان کا حوصلہ بڑھاتیں تو وہ خم ٹھونک کر حدیث کی تشریعی یعنی قانونی حیثیت کا انکار کرنے لگتے۔ ایسے مواقع پر مولانا رحمہ اللہ ان کو آڑے ہاتھوں لیتے اور مستشرقین کے بودے علمی دلائل کی کمک کا پوسٹ مارٹم کر کے اس کا تار و پود بکھیر دیتے۔ ملاحظہ کیجیے کہ مولانا رحمہ اللہ حریف کی چالوں سے کس قدر باخبر اور ان کی فکری گمراہیوں سے فقہ جدید کا لبادہ اتار کر اس کی حقیقت انھوں نے کس طرح واضح فرما دی۔ (احمد شاکر)

ابھی کل کی بات ہے کہ قرارداد مقاصد میں جب قرآن مجید کے ساتھ ''سنت'' کا لفظ رکھنے کا معاملہ درپیش تھا تو پرویز صاحب نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا کہ یہ لفظ پاکستان کے آئین کی بنیاد نہ ہونے پائے اور اوپر کے طبقے کے چند اشخاص اس کو شہ دے رہے تھے مگر الحمد للہ کہ پروردگارِ عالم کی مدد اور مسلمانوں کی متحدہ آواز کے اثر سے یہ سعی نامسعود ناکام ہوگئی اور ''سنت'' دستورِ پاکستان کی بنیاد بن کر رہی۔

اس دستور کی رو سے جہاں قرآن وحدیث دونوں کی دینی وقانونی حیثیت یکساں تسلیم کرلی گئی وہاں اس پرویزی پروپیگنڈے کی بھی عملاً تردید ہوگئی کہ حدیث پاک امت کے پاس محفوظ موجود نہیں اور جو ہے وہ (معاذ اللہ) عجمی سازش کا ساختہ پرداختہ ہے۔

قریباً ایک صدی سے شرعی نظامِ حکومت سے محروم رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کو اس سے جو دستوری قسم کا بُعد سا ہوگیا ہے اس کو دور کرنے کے لیے ہماری دستوریہ نے ایسا کمیشن مقرر کرنا طے کیا جو موجودہ قوانین اور قرآن وحدیث دونوں پر غور وفکر کے بعد ایسی سفارشات مرتب کرے جن کی روشنی میں مروجہ قانونی دفعات کو قرآن وحدیث کی تصریحات وتعلیمات سے ہم آہنگ کیا جاسکے۔

اس بنا پر بجا طور پر توقع تھی کہ اس کمیشن کے تقرر میں یہ امر ملحوظ رکھا جائے گا کہ اس کے ارکان وہ حضرات ہوں جو سنت کی دینی اور قانونی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوں کیونکہ ایسے شخص سے مقصودہ سفارشات یا ان میں حصہ لینے کی امید کیسے کی جاسکتی ہے جو سنت کی دینی وقانونی حیثیت اور امت میں اس کے محفوظ وموجود ہونے کا ہی سرے سے منکر ہو۔

مگر جمہور مسلمانوں کے تعجب وحیرانی کی انتہا نہ رہی کہ جب اراکین کمیشن کا اعلان ہوا تو ان میں ان صاحب کا نام بھی موجود تھا جو نہ صرف یہ کہ سنت کو آئین پاکستان کی بنیاد تسلیم کرنے کے لیے بطیبِ خاطر تیار نہیں بلکہ پچھلے تقریباً بیس سال سے حدیث شریف کے خلاف ایک مہم چلا رہے ہیں۔ اس کی دینی حیثیت کے وہ مخالف، قانونی حیثیت کے وہ منکر، موجود ہونے کے وہ انکاری۔ نہ صرف یہ بلکہ انھوں نے قرآنِ کریم کو بھی کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے کہ اپنے ہی من مانے معنوں کو معارف قرآن کے نام سے پروپیگنڈے کی پوری طاقت صرف کر کے نشر کیے چلے جا رہے ہیں۔

عوام مسلمانوں نے جب اس پر پُر زور احتجاج کیا اور حکومت کو توجہ دلائی کہ اس کا یہ اقدار دستور کے علاوہ پیش نظر مقصد کے بھی خلاف ہے تو ان صاحب (مسٹر پرویز) کو اس کی فکر پڑی اور خطرہ لاحق ہوگیا کہ شاید حکومت کو سابق کی کی طرح اب بھی جمہوری مطالبے کے سامنے جھکانا پڑے اور اس طرح ''لب بام'' سے ''دو چار ہاتھ'' ورے ہی اقتدار کی ''کمند ٹوٹ کر'' رہ جائے گی۔ وہ بہت سٹپٹائے، حسب عادت علماء کو دو چار ملاحیاں سنائیں اور بوکھلا کر اپنے ''عہدے'' کو بحال رکھنے کے لیے آپ نے اکتوبر ۵۷ء کے ''طلوع اسلام'' میں ''برسر اقتدار قیادت'' کو یہ ''رشوت'' یا مشورہ دیا کہ یہاں ''جمہوری راج'' ختم کر کے فوجی حکومت قائم کر دی جائے۔

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

اندازہ کیجیے کہ محققین اہل سنت کے مختلف مکاتب فکر کو فرقوں کا نام دے کر ملت کے افتراق پر ٹسوے بہانے والے یہ حضرات اپنے جاہ واقتدار کو بچانے کی خاطر بے چاری امت مسلمہ کو انتشار واضطراب اور استبداد کے کس گڑھے میں پھینکنے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں۔

ہمارے ہاں کی قریبی مذہبی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ مرزائے قادیانی اور اس کی ''امت'' نے ''کاروبار نبوت وتجدید'' کو مسلمانوں میں فروغ دینے کے لیے غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کا عنوان اختیار کیا تو عوام ان کی طرف لپکے۔ تبلیغ کے سلسلے میں جتنا ان کا کام تھا اس سے زیادہ شور مچایا اور اس سے خوب کمایا اور سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔

پھر مسٹر عنایت اللہ مشرقی صاحب نمودار ہوئے۔ ''تنظیم وعسکریت'' کے نام سے چند دن چمکے اور ہزاروں کے وارے نیارے کر لیے۔ سادہ لوحوں میں آوارہ اور منفی قسم کا لٹریچر پھیلا کر خود اب سسکیاں لے رہے ہیں۔

ان کے بعد مرزا صاحب قادیانی کے ہم وطن وہم نام مسٹر غلام احمد صاحب پرویز آئے۔ ان کا ''اسلام'' دہلی کے وائسر انگل لاج سے ''طلوع'' ہونا شروع ہوا تھا۔ انھوں نے ''صرف قرآن'' کا نعرہ بلند کیا۔ کچھ مدت سے اس کی ہما ہمی ہے مگر شباب کی جولانیوں پر پہنچ کر اپنے پیش رووں کی طرح اب یہ بھی رو بہ زوال ہونے کو ہے:

﴿وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ٥﴾ [ابراهيم: ٢٦]

ان کے علاوہ بعض سیاسی ونیم سیاسی گروہ اور بھی پیدا ہوتے رہے جن کے دل فریب لیبل اور نعرے دیکھ کر بھولے بھالے لوگ ان کی طرف متوجہ اور ان پر فریفتہ ہوتے رہے ہیں۔

لاہور کے نیم سرکاری ادارہ ثقافت اسلامیہ کا معاملہ بھی کچھ اس سے مختلف نہیں جس کو غالباً معرضِ وجود میں اسی لیے لایا گیا ہے کہ اس سے موجودہ لادینی رجحان رکھنے والی برسر اقتدار پارٹی اپنے ''اعمال ومشاغل'' کے لیے ''خام مواد'' مہیا کرائے اور یہ ان کے ہر ہر ''کارنامے'' پر ''اسلامی ثقافت'' سے سند جواز تلاش کر کے دے۔ اس کے لیے اس نے ''فقہ جدید کی ضرورت'' کا جاذب نظر عنوان انتخاب کیا ہے۔

جہاں تک فقہ جدید کی واقعی ضرورت کا تعلق ہے اس کو سب سے پہلے یہاں اہل حدیث ہی نے محسوس کیا، پھر علمی قواعد اور قرآن وحدیث وائمہ سلف کے مسلمہ وطے کردہ ضوابط کے تحت اس کام کی طرح بھی ڈالی جسے اصولاً دوسرے مکاتب فکر نے بھی قبول کیا جس کی تفصیل کسی دوسرے وقت میں کی جائے گی ان شاء اللہ۔ اب بھی وسیع النظر علمائے اہل حدیث وحنفیہ، صحیح العقیدہ والعمل ماہرین قانون جدید کے اشتراک وتعاون سے یہ کام احسن طریق سے سرانجام دے سکتے ہیں جیسا کہ مصر میں ہو رہا ہے۔

مگر جس قسم کی ''فقہ'' مرتب کرنے کے ڈھنگ ان ثقافتی حضرات کے ہیں اس کے لیے اہل السنۃ والجماعۃ کے تیرہ سو سالہ علمی نظام، عملی پروگرام اور مسلمات کو یکسر بدلنا ہوگا۔

ثقافتی فرقے کی غالباً پہلی اردو کتاب ''اسلام کی بنیادی حقیقتیں''

۱۹۵۱ء میں چھپی تھی۔ کتابوں کی ایک دکان پر جب سرسری طور پر اس کے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو راقم نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ بعض پرانے فتنوں کا یہ نیا روپ ایک دن اپنا رنگ لائے گا۔

لیکن فتنوں کا ایک طوفان ہے اور علمائے حق کی جماعت بہت ہی قلیل! ان کے سامنے ملت کے مفاد کے بہت سے تعمیری کام بھی ہیں، کس کس رخنے کی طرف دھیان دیں۔ اب تک شاید اسی وجہ سے وہ اس نئے فتنے کی طرف توجہ نہیں دے سکے۔ ادھر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس برخود غلط طائفہ نے اپنے پاؤں پھیلانے اور اپنی ''خدمات'' کے گن گانے شروع کردیے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ ''ادارہ طلوع اسلام'' کے ساتھی ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' سے بھی واقفیت حاصل کی جائے۔ چنانچہ ''فقہ جدید کی ضرورت'' کا نقاب اوڑھ کر جس جدید علم کلام کو پھیلایا جارہا ہے اور اسلامی اصطلاحات کی جدید تشریحات کرکے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلمہ عقائد میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش ہورہی ہے، اس کے چند نمونے یہاں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ اس گلستان سے ''ثقافتی بہار'' کا قیاس ہوسکے۔

سب سے پہلے ادارہ ثقافت اسلامیہ کے بانی اور قائد خلیفہ عبدالحکیم صاحب کے چند ایک خیالات مذکورہ بالا کتاب سے ذیل میں ملاحظہ فرمائیے کہ موصوف نے ''رسالت محمدیہ'' پر کس طرح ہاتھ صاف کیا ہے:

''خدا نے دیکھا کہ موحد افراد دیگر ادیان میں بھی پائے جاتے ہیں جن کا عقیدۂ توحید بھی درست ہے اور ان کے اعمال بھی صالح ہیں۔ بعض ایسے لوگ اپنی سوسائٹی کی روایات کی وجہ سے اس مخصوص جماعت میں داخل نہ ہوسکے جو رسولِ کریم ﷺ نے تیار کی۔ اسلام کی فراخ دلی یہ ہے کہ ایسے افراد کے متعلق اس نے نہایت درجہ رواداری برتی ہے۔ ان کو اسلام میں اسی طبقے میں داخل کیا ہے جس نے خدا کی طرف اپنا رخ کرکے زندگی بسر کردی اور وہ محسن تھے۔ ایسوں کے لیے بھی قرآن میں وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اولیاء اللہ کے لیے استعمال ہوئے ہیں ﴿لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾۔ ازروئے قرآن مومن محسن افراد دو قسم کے ہوسکتے ہیں: ایک وہ جن کو محمد رسول اللہ کی رسالت کو کماحقہ سمجھنے کا موقع ملا اور وہ نبی کی مقررکردہ شریعت پر عامل ہوئے۔ دوسرا وہ طبقہ جو معاشرتی، روایاتی یا تاریخی مجبوری کی وجہ سے اس مخصوص جماعت کے ڈسپلن میں نہ آسکا لیکن وہ جہاں بھی رہا موحد رہا، اور اس کے اخلاق صالح رہے۔ اس نے اسلام کچھ اپنی فطرت اور کچھ اپنے مقتدا نبی کی نبوت سے حاصل کیا۔ وہ عبادت کرتا ہے لیکن اس کی عبادت میں مسلمانوں کی صلاۃ کے ارکان اور پابندی اوقات نہیں۔ وہ ﴿مما رزقنھم﴾ پر عمل پیرا ہے لیکن اس کی خیرات مسلمانوں کی مقرر کردہ زکاۃ کے نصاب سے مطابق نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ زکاۃ مخصوصہ سے کہیں زیادہ خیرات کرتا ہو۔ اگر اس نبی کی امت اور جماعت کے باہر کچھ لوگ ایسے ملتے ہوں جن میں وہ باتیں ملتی ہوں جو اصل مقصود ہیں تو ایسوں پر نجات کا دروازہ بند کرنا حد درجے کی تنگ نظری ہوگی۔''

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں، ص:۲۲۴)

''لیکن مسلمان علماء نے یہ کہنا شروع کردیا کہ گناہ گاری کے باوجود مسلمان کی نجات کی توقع ہوسکتی ہے لیکن غیر مسلم اعمال صالحہ کے باوجود جہنم کا ایندھن ہے۔ یہود بھی ایسی باتیں کرتے تھے، اور اسی قسم کی اجارہ داری کے مدعی تھے۔'' (کتاب مذکور، ص:۱۱۵)

یہ ہے ''جدید فقہ'' کا ''جدید علم کلام'' جس کی رو سے نجات اخروی کے لیے رسولِ کریم ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنا ضروری نہیں۔ ظاہر ہے جب رسالت کا ماننا ضروری نہ ٹھہرا تو پھر کیا ضرورت ہے کہ انسان خواہ مخواہ آنحضرت ﷺ کی فرمودہ وکردہ نماز وزکاۃ پر عمل پیرا ہونے کا تکلف کرے، چنانچہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ کس خوبصورت طریقے سے اس کی اہمیت گرائی گئی ہے۔ خلیفہ صاحب کے ایک طویل

مقالے کا یہ تھوڑا سا اقتباس ہے۔ پورا مقالہ اسی قسم کی ''تحقیقات نادرہ'' کا حامل اور ''فقہ جدید'' کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے۔

یہ ارشادات ۵۱ء کے ہیں، حال کا ارشاد بھی سن لیجیے:

''قرآن نے نجات کو کسی ملت کا اجارہ قرار نہیں دیا اور بعض دوسری ملتوں کا نام لے کر وضاحت سے کہا ہے کہ ان کا جو فرد بھی خدا پرست، آخرت کا قائل اور انسانوں کا محسن ہے وہ نجات یافتہ ہے۔ ایسے لوگ اگر دوسری ملتوں میں بھی ہوں تو وہ اولیاء اللہ اور خوف وحزن سے بالاتر ہیں۔''

(ثقافت،ص:۱۱۔ مجریہ جنوری ۱۹۵۷ء)

اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رسالت محمدیہ علی صاحبها ألف ألف صلوة وتحية کا ماننا مسلمان ہونے کے لیے ضروری نہیں۔ نجات یافتہ ہونے کے لیے آنحضرت ﷺ کو ''اچھا'' سمجھ لینا کافی ہے۔ لیکن قرآنِ حکیم کا اعلان یہ ہے:

﴿فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا هُمۡ فِىۡ شِقَاقٍ﴾ [البقرة: ١٣٧]

''فقہ جدید کی ضرورت'' کا ایک اور شاہکار ملاحظہ فرمایے، یعنی ڈارون کے مطرود ومردود نظریۂ ارتقا پر ایمان لا کر قرآنِ حکیم کے فرمودہ قصہ تخلیق آدم کا حلیہ یوں بگاڑا گیا:

''قرآن کا آدم مسجود ملائک اور مسخر کائنات ہے۔ اس سے کوئی ایک فرد مراد نہیں بلکہ یہ انسانیت کا نصب العین ہے۔''

(ثقافت،ص:۵۔ جنوری ۱۹۵۱ء)

''ملک وجن کے سجدے کا مطلب ان قوتوں کا اعلیٰ اور ارتقائی مقصد کے لیے مسخر ہو جانا ہے۔ قصہ آدم وابلیس وملائکہ کوئی ڈرامہ نہیں تھا جو خدا کے سامنے کھیلا گیا ہو۔ یہ بشریت، ملکیت اور ابلیسیت کی حقیقتوں، صلاحیتوں، فطرتوں کی ایک حسین داستان ہے۔ بزبانِ حال ہم یہ قصہ پڑھتے ہیں کہ دیوار نے کھونٹی سے پوچھا کہ تُو مجھ میں سوراخ کیوں کرتی ہے؟ کھونٹی نے جواب دیا کہ یہ سوال اس سے کر جو مجھے ٹھونک رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ دیوار نے کوئی سوال کیا اور نہ کھونٹی نے کوئی جواب دیا۔ بلکہ ایک قصے کے پیرائے میں ایک خاص حقیقت بیان کی گئی ''کلیلہ ودمنہ'' ایسی ہی داستانوں سے بھری ہے۔ رومی وعطاء نے اس طرح کے بے شمار قصے لکھے ہیں۔ ان کا مقصد صرف ایک حقیقت کو بیان کرنا ہوتا ہے، ڈرامائی انداز ہے۔ قرآن نے بھی بشری، ملکی اور جنی فطرتوں کو بیان کرنے کے لیے اسی طرح کا دلنشین انداز اور پیرایہ قصہ اختیار فرمایا ہے۔''

(ثقافت،ص:٦٨۔ مجریہ جنوری ١٩٥٦ء)

سمجھے آپ؟ اللہ تعالیٰ کا بیان فرمودہ قصہ حضرت آدم علیہ السلام کوئی امر واقعہ نہیں، خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوا، بس اس کی حیثیت کلیلہ ودمنہ کی کہانیوں اور ''دلنشین ڈرامائی انداز'' کی ہے۔ كبرت كلمة تخرج من أفواههم إن يقولون إلا كذبا۔

اور وحی کی حقیقت یوں بیان کی گئی ہے:

''فطرت کی اندرونی راہنمائی ہے۔ اس لفظ کے متفرق طور پر استعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کا وحی والہام اسی قوت کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جس کے ذریعے خلاق قدرت، حیوانات اور عام انسانوں کی راہنمائی کرتا ہے، البتہ ان اشکال کے مدارج میں بہت بڑا فرق ہے، جس طرح ماہرین فن اپنی اپنی ایجادات واختراعات میں فطرت کی اندرونی راہنمائی سے مستغنی نہیں ہوسکتے ہیں، اور جب کسی شعبۂ فن میں اس کے ماہر کو کوئی نئی بات سوجھتی ہے تو وہ فطرت اندرونی ہدایت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاء اور رسولوں نے ہادیِ فطرت سے جو تعلیمات اخذ کیے ہیں وہ بھی اندرونی الہام کا نتیجہ ہیں۔ یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا کہ ان پر خارج سے کوئی قوت عمل کرتی ہے۔''

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں،ص:٦٣)

مطلب یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی ''وحی'' کی حیثیت بس ایک عمدہ قسم کے ماہر فن کی حیثیت ہے۔ کہاں کا فرشتہ اور کیا اس کا نزول! ایک صاحب لکھتے ہیں:

''بنی اسرائیل کے انحطاط کے زمانے میں ...... اور انبیاء زادوں کی تعداد ایک ہی وقت میں سینکڑوں کی تھی اور ان کی حالت ایسی ہی تھی جیسے ہمارے زمانہ میں خانقاہوں کے پیروں کی ہے اور یہی حلقہ ارادت اور یہی وجد وحالت کی کیفیت ان پر طاری رہتی اور لوگ خیال کرتے کہ ان پر روح القدس کا نزول ہو رہا ہے۔''

(ادارہ ثقافت کی کتاب مذاہب اسلامیہ، ص:۱۶۲)

یعنی انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام (معاذ اللہ) موجودہ زمانے کے سچے جھوٹے پیروں کی طرح کی ایک کھیپ تھے۔ اور سنیے!

''معراج کے بارے میں کچھ روایات ہیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ سب ایرانی زروشتی ہیں، معراج کا قصہ وہی کچھ ہے۔ صرف نام بدل دیے گئے ہیں (پھر وہ قصہ ذکر کر کے لکھا ہے) یہی قصہ مسلمانوں میں تبدیل نام کے بعد شائع ہوا اور اس کو مستند بنانے کے لیے احادیث میں مذکور ہوا۔ معراج کے بارے میں تمام احادیث زندیقوں کی اختراع ہے۔'' (مذاہب اسلامیہ، ص:۲۴۹)

کیا یہ معراج نبوی کا صریح انکار نہیں؟ پھر یہ بھی ارشاد ہے:

''یوم آخر'' پر ایمان ایک اصولی امر ہے، لیکن قرآن بطور عقیدہ کے یہ بات نہیں منواتا۔

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں، ص:۱۵۰)

چلیے قیامت پر ایمان سے بھی چھٹی ہوئی۔ باقی رہے وہ مقدماتِ یومِ آخرت جن کو ماننا آج تک مسلمانوں کا متفقہ طور سے عقیدہ ایمان کا جز چلے آ رہے ہیں تو ان کے متعلق یوں گوہر افشانی فرمائی گئی ہے:

''علامہ نسفی اور شارح علامہ تفتازانی باہمہ علم وفضل عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال وجواب اور میزان اور پل صراط پر ایمان کو بھی عقائد میں شامل کرتے ہیں۔ اگر میرا بس چلتا تو میں لفظ ''عقیدہ'' ہی اس معنی میں لغت سے خارج کر دیتا۔''

''اگر میرا اختیار ہوتا تو میں اس قسم کے عقائد کی جگہ اور ہی پیش کرتا۔'' (مذاہب اسلامیہ، ص:۲۴۶)

غرض یہ نمونہ ہے اس بنیاد کا جس پر ثقافتی فقہ جدید کی عمارت اٹھانے کے داعیے ہیں۔



بقیہ: تفسیر سورۂ یٰسٓ

صحیح یہی ہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یا اس کے رسول ﷺ نے یہ تعیین نہیں کی اور نہ ہی صحابہ سے کسی قابل اعتبار سند سے اس کا ثبوت ہے تو اس کی تعیین محض تکلف ہے۔

یہاں ﴿اقصی المدينة﴾ کے الفاظ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان انبیائے کرام کی دعوت شہر میں پھیل گئی تھی اور انبیائے کرام نے ابلاغِ مبین سے ان پر حجت تمام کر دی تھی۔ اور جس کے نصیب میں ہدایت تھی اس نے بُعدِ مکانی کے باوجود ان کی دعوت کو قبول کیا بلکہ آگے بڑھ کر ان کے دفاع کی کوشش کی۔ اس کا ذکر خیر ''رجل'' یعنی نکرہ سے کیا جس میں اس کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا﴾ اس سلیم الفطرت اور حق پرست مرد مومن نے کہا: اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ یعنی اس مرد مومن نے ''مرسلین'' کہہ کر اپنے ایمان کا اظہار کیا اور ''یا قوم'' کہہ کر بڑی شفقت سے انھیں رسولوں کی پیروی کی ترغیب دی۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ''مومنِ آلِ فرعون'' نے تو کہا تھا:

﴿يَاقَوْمِ اتَّبِعُوْنِی اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾

[المؤمن: ۳۸]

''اے میری قوم! میرے پیچھے چلو میں تمھیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا۔''

جب کہ اس مرد مومن نے رسولوں کی پیروی کا کہا تھا۔ دونوں کی دعوت کا یہ فرق بھی بجائے خود اس فکر کی تغلیط کر رہا ہے کہ یہ مرد مومن ''مومنِ آلِ فرعون'' نہیں تھا۔



افتاء

امانت میں کوتاہی کرنے والا نقصان کا ضامن ہے

مولانا مفتی محمد عبید اللہ خاں عفیف حفظہ اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام درج ذیل مسئلے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ہم مکتب الدعوۃ سعودیہ کے موظفین اپنے ایک ساتھی کو آمد ورفت کا سفر خرچ دے کر اسلام آباد بھیجتے ہیں کہ ہماری تنخواہیں وصول کرکے ہم تک پہنچا دے۔ وہ رقم اس کے پاس امانت ہے جو موظفین تک پہنچانی اس کا فرض ہے۔ مگر وہ اس امانت کی حفاظت میں کوتاہی اور لا پرواہی کا مرتکب قرار پاتا ہے جس کی تفصیل اور کیفیت کچھ یوں ہے:

۱: اس کا فرض تھا کہ وہ تنخواہیں وصول کرکے سیدھا لاہور آتا اور موظفین کو ان کی تنخواہیں پہنچا دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

۲: اس کو اسلام آباد آمد ورفت کا خرچ صرف اس لیے دیا تھا کہ وہ تنخواہیں وصول کرکے بلا کسی تاخیر اور تامل کے اپنے ساتھیوں تک پہنچا دیتا مگر وہ اس میں قاصر رہا۔

۳: تنخواہیں وصول کرکے سیدھا لاہور پہنچنے کی بجائے اسلام آباد میں اپنی بیٹی کے گھر چلا گیا۔

۴: اس نے رات گزارنے کے لیے لاکھوں کی رقوم والی جیکٹ کھونٹی پر ٹانک دی اور گھر کے کسی فرد کے سپرد نہیں کی اور نہ کسی کو اس رقم کی اطلاع دی ہے۔ حالانکہ یہ جیکٹ گھر کے کسی فرد یا بیٹی کے سپرد کرنی ضروری تھی؟

۵: لاہور واپسی کے وقت اس نے رقم نکال کر دیکھی اور نہ شمار کی، حالانکہ رقم نکال کر دیکھنا اور شمار کرنا ضروری تھا مگر ایسا نہیں کیا گیا؟

۶: امانت کی ادائیگی کے بغیر اسلام آباد میں اپنی بیٹی کے ہاں کیوں ٹھہرا؟

۷: بقول اس کے رقم چوری ہوگئی ہے تو پھر ساری رقم کیوں چوری نہیں ہوئی۔ صرف پانچ پانچ والے نوٹوں کی گڈی کیوں چوری ہوگئی جبکہ وہ دوسری گڈیوں کے نیچے تھی!

۸: تنخواہوں کی تفصیل والا ورقہ کیوں چوری نہیں ہوا؟

۹: چوری کے بعد جیکٹ کی جیب پر بکسوا کس نے بند کیا؟

مذکورہ بالا حالات کی روشنی میں شخص مذکور موظفین کی پوری تنخواہ کا ضامن ہے یا نہیں؟ کیا وہ مسروقہ رقم ادا کرنے کا شرعاً پابند ہے یا نہیں؟ (سائل: حافظ عبدالشکور)

جواب : بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ اس ساتھی کو اسلام آباد بھیجتے وقت بتا دیا تھا کہ آپ ہماری تنخواہوں کے ضامن ہیں یا اس کو اپنی تنخواہیں لانے میں امین قرار دیا تھا؟ اگر اس کو ضامن بنا کر بھیجا تھا تو وہ اس صورت میں حاصل ہونے والے تمام نقصان کی مکمل تلافی کا شرعاً پابند ہے۔ اگر امین بنا کر روانہ کیا تھا تو حاصل شدہ نقصان کی تلافی اس پر شرعاً عائد نہیں ہوتی بشرطیکہ اس نے تمام حفاظتی تدابیر پر عمل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ہو۔ حدیث میں ہے:

((من أودع وديعة فلا ضمان عليه.)) (حسن، أخرجه ابن ماجة، رقم الحديث: ٢٤٠١، إرواء الغليل للألباني: ٥/ ٣٨٥، رقم الحديث: ١٥٤٧)

''(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس امانت رکھی جائے وہ اس کا ضامن نہیں ہوتا جب کہ اس نے اس کی

حفاظت میں کوتاہی نہ کی ہو۔)''

مگر ہاں، اگر اس نے جان بوجھ کر حفاظتی تدابیر کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا یا حفاظتی تدابیر کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی مختصر یہ کہ امانت کی حفاظت میں ناکام رہا ہے تو اس کی بے توجہی کی صورت میں حاصل شدہ نقصان کی مکمل تلافی اس پر شرعاً واجب ہوگی جیسا کہ سنن بیہقی میں ہے:

عن أنس بن مالك أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه ضمنه وديعة سرقت من بين ماله . قال الألباني: وإسناده صحيح وقال البيهقي يحتمل أنه كان فرط فيها فضمنها إياه بالتفريط . (إرواء الغليل: ٥/ ٣٨٦)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں اس امانت کا ضامن قرار دیا تھا جو ان کے سامان میں سے چوری ہوگئی تھی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں: اس میں یہ احتمال ہے کہ انھوں نے امانت کی حفاظت میں کسی قسم کی مستعدی کا مظاہرہ نہیں کیا ہوگا، اس لیے ان کی تفریط (یعنی حفاظت میں کوتاہی اور سستی) کی وجہ سے ضامن قرار دیا ہوگا۔''

سوالنامہ میں سائل حافظ عبدالشکور صاحب نے جن سات نکات کی نقاب کشائی کی ہے ان سے صاف جھلکتا ہے اس صاحب نے امانت کی حفاظت میں ادنی سی مستعدی کا بھی مظاہرہ نہیں، لہٰذا اُس کی اِس سخت غفلت اور انتہائی لاپروائی کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کی تلافی بظاہر اس پر عائد ہوتی ہے، تاہم إن تعفوا وتصفحوا پر عمل کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ رقم معاف کردیں تو اچھا ہے۔

هذا ما عندي والله تعالى أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب في يوم الحساب .

تحقیق وتنقید

نکاحِ متعہ

منظر اور پس منظر

خزیمہ بن ہارون الرشید کیلانی

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی أشرف الأنبیاء وعلی آله و أصحابه والتابعین.

اسلام انسانیت کے لیے ہمیشہ رحمت بن کر آیا ہے نہ کہ زحمت۔ اسی اصول ﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾ کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ احکم الحاکمین نے کئی ایسے احکامات نازل فرمائے جو دورِ رسالت کے ساتھ خاص تھے۔ جب ان احکامات کی ضرورت باقی نہ رہی تو ان احکامات کی شرعی حیثیت کالعدم کردی گئی۔ بعض ایسے احکامات تھے جنھیں یک دم کالعدم قرار دیا جانا مشکل تھا، لہٰذا جب لوگوں کے ایمان میں پختگی آئی تو ان احکامات کو منسوخ قرار دیا گیا۔

لیکن متعہ کا حکم کچھ مختلف ہے جو کہ خاص مواقع پر حلال کیا گیا اور ضرورت ختم ہونے پر جواز کو ختم کردیا گیا۔ تمام احادیث میں اس کی حلت اور منسوخ ہونے کا ذکر صرف غزوات میں ملتا ہے۔ جب مسلمان جہاد کی وجہ سے اپنے دیار وبلد سے دور ہوتے تب صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور متعہ کی اجازت مانگتے۔ تب آپ ﷺ اجازت دیتے اور جنگ کے اختتام پر دوبارہ حرام کردیا جاتا۔ لیکن فتح مکہ کے موقع پر آخری بار تین دن کے لیے متعہ کو حلال کیا گیا، پھر اس کو تا قیامِ قیامت حرام قرار دیا گیا۔

لیکن فی زمانہ ایک خاص گروہ متعہ پر عمل کررہا ہے جب کہ اکثریت اس کو مثل زنا، گناہ کبیرہ اور حرام سمجھتی ہے۔ آئندہ ہم متعہ کے متعلق وضاحت سے گفتگو کریں گے کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، آیا اس کی حرمت ونسخ ثابت ہے یا نہیں؟ اس کے مطابق فیصلہ کریں گے آیا کہ متعہ حرمت ونسخ ثابت ہے کہ نہیں؟

چنانچہ اہل لغہ وائمہ اسلام نے متعہ کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

متعہ کی لغوی تعریف:

۱: کوئی شخص کسی عورت سے مقررہ وقت تک کے لیے شادی کرے۔ اس سے فائدہ اٹھائے اور مدت کے مکمل ہونے پر اسے چھوڑ دے۔ (القاموس المحیط، مادہ: م، ت، ع)

۲: عورت سے دائمیتِ نکاح کا ارادہ کیے بغیر شادی کرنا۔

(لسان العرب، مادہ: م، ت، ع)

علماء کے ہاں متعہ کی تعریف:

۱: **امام ابن قدامہ:** ''ایسا نکاح جو ایک مقررہ مدت تک ہو۔''

(المحلی: ۹/ ۶۱۹۸)

۲: **ملاعلی قاری:** ''متعہ یہ ہے کہ عورت سے کہا جائے کہ میں تجھ سے اتنے مال کے عوض اتنی مدت تک شادی کروں گا۔''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۳/ ۴۲۲)

۳: **ابن عبدالبر:** ''نکاح متعہ باطل ومنسوخ ہے۔ نکاح متعہ یہ ہے کہ کوئی شخص عورت سے معلوم مدت تک، خواہ وہ مدت ایک دن ہو یا ایک مہینا کے لیے شادی کرے، اور وقت پورا ہونے پر زوجیت بھی ختم ہوجائے۔'' (الکافي: ۲/ ۵۳۳)

۴: کوئی شخص عورت سے ایک مہینے، سال تک یا پھر کسی عورت سے طلاق کی نیت سے شادی کرے، جب وقت پورا ہو تو نکاح باطل ہوجائے۔ (نیل المآرب: ۴/ ۴۰)

اہل لغت اور علمائے اہل سنت کے اقوال سے اس بات کی نشان دہی تو ہوگئی کہ متعہ میں شادی کا ارادہ طلاق کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے کہ مقررہ وقت ختم ہو تو نکاح ختم۔ نہ میراث وعدت، نہ ولی وشاہدین،

نہ باقی تمام شرائط، جن کا آخر میں ذکر آئے گا، کو پورا کیا جاتا ہے۔ وہ خاص گروہ جو متعہ کو اب بھی شادی کی طرح کا ایک فرض سمجھتا ہے، وہ متعہ کی حلت کے لیے درج ذیل الفاظ سے استنباط کرتے ہیں جن کی قراءت بعد میں منسوخ ہوگئی تھی:

پہلی دلیل:

"فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى فاتوهن أجورهن."

جب کہ قرآنِ مجید کی سورۂ نساء کی آیت نمبر (۲۴) کے تحت جو الفاظ مصحف عثمانی میں تواتر اور معتبر گواہوں کی شہادت کے ساتھ درج ہیں، وہ اس طرح ہیں:

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ [النساء: ٢٤]

''پھر تم جو ازدواجی فائدہ ان سے اٹھاؤ، اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔''

جواب:

۱: یہ اس قراءت کے خلاف ہے جو موجودہ مصاحف میں ہے اور یہ بات ناجائز ہے کہ اس آیت کے منسوخ شدہ الفاظ "إلى أجل مسمى" کو کتاب اللہ سے ملا کر پڑھا جائے۔

(نکاح المتعة حرام في الإسلام لمحمد حامد، ص: ١٢)

۲: یہ قراءت ابن مسعود کی ہے اور یہ قراءت شاذ ہے۔ اس آیت کے ساتھ دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ اس پر عمل کرنا بھی صحیح نہیں۔

(نکاح المتعة حرام في الإسلام لمحمد حامد، ص: ١٦)

۳: امام شوکانی فرماتے ہیں کہ قراءت ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب اور سعید بن جبیر یہ تواتر کی شروط کو نہیں پہنچتی۔ اور یہ آیت قرآن میں نہیں ہے اور نہ ہی یہ سنت متواترہ سے ثابت ہے اور "الی اجل مسمی"، ہم پر حجت نہیں ہے۔

۴: ﴿فما استمتعتم .... إلخ﴾ آیت کو دلیل بنا کر بعض سلف (ابن مسعود، ابی بن کعب، سعید بن جبیر اور سعدی) اس آیت کو نکاح متعہ کی حلت کا ذریعہ سمجھتے ہیں، حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ نکاحِ متعہ خیبر کے دن منسوخ کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد علامہ سید معین الدین فرماتے ہیں:

''عام اہل علم کا مذہب ہے کہ نکاحِ متعہ حرام ہے، آیت ﴿الی اجل مسمی﴾ منسوخ ہے۔ اور ابن عباس کا مذہب ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور نکاح متعہ میں رخصت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابن عباس نے اس قول سے رجوع کیا تھا کہ جس قول میں وہ رخصت دیتے تھے۔'' (التفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن، سورۃ النساء، آیت نمبر:۲۴، علامہ سیّد معین الدین الشافعی)

۵: امام حسن بصری اور امام مجاہد کا قول ہے:

''اس کا مطلب ہے کہ تم عورتوں سے شادی کرنے کا اور صحبت کے ساتھ ارادہ کرو جو کہ نکاح صحیح ہو (یعنی شریعت کے مطابق)۔ اور متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا، پھر نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ اور عام اہل علم کا موقف ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے اور یہ آیت ﴿الی اجل مسمی﴾ منسوخ ہے اور ابن عباس نے اپنے قول سے رجوع فرما لیا تھا۔'' (تفسیر بغوی:۲۴/۴)

۶: امام ابن عطیہ رحمہ اللہ مذکور آیت کی تفسیر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام قرطبی کا قول ہے:

''متعہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے کہتا ہے کہ میں تجھ سے شادی ایک دن یا اسی طرح کے کوئی الفاظ استعمال کرتا ہے جس میں نہ عدت و میراث ہو، نہ ہی طلاق ہو (بلکہ وقت مقررہ پر خود ہی علیحدگی ہو جائے) اور نہ کوئی گواہ ہو جو گواہی دے۔ اس کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ یہ سراسر زنا ہے۔ اسی وجہ سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس اگر کوئی ایسا شخص لایا گیا جس نے متعہ کیا ہو تو میں اس کو پتھروں تلے دفن کر دوں گا (یعنی سنگسار کروں گا۔)''

(تفسیر عطیہ:۲۴/۴)

دوسری دلیل:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ﴾ [النساء: ٢٤]

امام سعدی فرماتے ہیں:

''بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حالانکہ متعہ اوائل اسلام میں حلال تھا۔ جب کہ بعد میں نبی ﷺ نے اس کو حرام کر دیا تھا۔''

(تفسیر سعدی: ۲۴/۴)

حلت متعہ کے دلائل:

اب ان دلائل کا ذکر کرتے ہیں جن کی وجہ سے متعہ کو حلال قرار دیا جاتا ہے، چنانچہ تاریخ اسلام میں جتنے بھی ایسے واقعات کا ذکر ہے کہ جس میں نبی ﷺ نے متعہ کی اجازت دی ہے تو یہ وہ مقامات تھے جہاں مسلمانوں کے لیے اپنی عورتوں سے دور رہنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ ذیل میں ان احادیث کا ذکر کیا جائے گا جن میں متعہ کی حلت بیان کی گئی ہے۔

۱: ابو جمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس کو سنا کہ ان سے کسی نے عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں (ابن عباس) نے اجازت دے دی۔ حضرت ابن عباس کے غلام نے کہا کہ یہ رخصت اس وقت ہو گی کہ جب مسلمانوں کو انتہائی سخت حالات (جنگ وجدل کی وجہ سے) درپیش ہوں۔ اور عورتیں قلیل تعداد میں ہوں۔ یا پھر اس سے ملتی جلتی بات کہی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ہاں، ایسا ہی ہے۔'' (صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب نهى رسول الله عن النكاح المتعة أخيرا)

۲: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم جہاد کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے پاس عورتیں نہیں، کیا ہم خصی ہو جائیں؟ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور معین مدت تک ایک کپڑے کے عوض اجازت مرحمت فرمائی اور پھر عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت پڑھی:

''اے ایمان والو! اللہ نے جو چیزیں حلال کر دی ہیں انھیں حرام مت کرو، اور حد سے مت بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' (صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب نكاح المتعة)

۳: حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اعلان کرنے والا آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

(حوالہ سابقہ)

۴: انھی الفاظ کے ساتھ سلمہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے متعہ کی اجازت دی۔ (ایضاً)

۵: حضرت ابونضرہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ابن عباس و ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے دونوں متعوں (حج تمتع ومتعہ) میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت جابر نے کہا کہ ہم دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دونوں متعہ کیے، پھر ان دونوں سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منع فرما دیا۔ اس کے بعد ہم دونوں متعوں سے ہمیشہ دور رہے۔

(صحيح مسلم، كتاب النكاح، باب نكاح المتعة)

۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حج تمتع سے منع فرمایا۔ حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے متعہ سے منع فرمایا ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کسی شخص سے سوال کیا کہ عروۃ کا متعہ کے بارے میں کیا موقف ہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ عروہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے متعہ سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ عنقریب وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے (جو نبی ﷺ کی بات کے آگے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا موقف پیش کرتے ہیں۔) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اور عروہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے متعہ سے منع فرمایا (یعنی نبی ﷺ کے مقابلے میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا قول پیش

کرتے ہیں۔)(مسند أحمد: ۸/ ۵۷)

متعہ کی حلت کے بارے میں چند ایک احادیث بیان کی گئی ہیں۔ اب ان دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے متعہ کی مستقل حرمت جو کہ قیامت تک کے لیے قائم کردی گئی ہے، عیاں ہوتی ہے۔

حرمت متعہ کے دلائل

اب احادیث میں صحابہ کرام، علمائے اہل سنت اور علمائے شیعہ کا حرمت متعہ کے بارے میں جو موقف ہے وہ آئندہ قلم بند کیا جائے گا اور بعد میں ان کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس کو (جو کہ متعہ کو حلال کہتے تھے) مخاطب کر کے فرمایا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا۔

(صحیح بخاري)

۲: ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس میں تین بار متعہ کی رخصت دی لیکن پھر منع فرما دیا۔(صحیح مسلم)

۳: ربیع بن سبرۃ الجھنی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (فتح مکہ کے موقع پر) نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے تم کو پہلے عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔ اگر تم میں سے کسی کے پاس ایسی عورتیں ہوں تو وہ انھیں چھوڑ دے، اور جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے وہ واپس نہ لو۔(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة)

۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو عورتوں سے متعہ اور گھریلو گدھے کو کھانے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم)

الفاظ کی کمی بیشی اور راویوں کے اختلاف کے ساتھ اس معنی میں امام مسلم نے اپنی صحیح میں متعدد روایات ذکر کی ہیں، ملاحظہ فرمایئے: صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ۔

۵: عبدالملک بن ربیع بن سبرۃ الجھنی اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فتح مکہ کے روز متعہ کا حکم صادر فرمایا۔ یہ حکم اس وقت تھا جب ہم مکہ میں داخل ہوئے لیکن جب نکلے تو منع فرما دیا۔(صحیح مسلم)

۶: حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرما دیا اور اسی طرح گھریلو گدھے کو کھانے سے بھی۔(موطأ امام مالك، كتاب النكاح، باب نكاح المتعة)

۷: عبدالملک بن ربیع بن سبرۃ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہم کو نماز پڑھنے سے منع فرما دیا، بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کی رخصت مرحمت فرمائی اور متعہ سے منع فرمایا۔

(مسند أحمد: ۳/ ۲۵۸)

نسخ متعہ کے دلائل:

اب یہاں نسخ متعہ کے دلائل ذکر کریں گے تاکہ حرمت کے ساتھ منسوخیت بھی مکمل واضح ہوجائے۔

۱: سیّدنا علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرمایا۔ یہ اس وقت حلال تھا جب نکاح، طلاق، میراث اور عدت کے تمام احکام واضح نہ ہوئے تھے اور عورت کی عدت کے احکام بھی۔ جب یہ تمام احکام واضح ہوئے تو متعہ منسوخ ہوگیا۔

(سنن دارقطني: ۳/ ۲۵۹ وحسنه ابن حجر)

بعض صحابہ کا یہ موقف تھا کہ یہ متعہ ہمارے لیے خاص تھا باقی لوگوں کے لیے حرام تھا۔

۱: ابراہیم تیمی اپنے والد سے اور وہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! متعہ ہمارے لیے کٹھن حالات میں جائز تھا۔ باقی لوگوں کے لیے یہ رخصت نہ تھی۔

(سنن دارقطني: ۲/ ۲۴۲)

۲: ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اللہ کا کرم تھا

جو کہ اللہ نے صحابہ پر اِکرام کیا تھا اور یہ صحابہ کے لیے خاص تھا، دوسرے لوگوں کے لیے نہیں۔

اب یہاں امت مسلمہ کے مایہ ناز آئمہ کے موقف کا جواب ہے جن کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ وہ متعہ کے قائل تھے۔

۱: **امام عطاء:** امام عطاء کے بارے میں روایت کی جاتی ہے کہ وہ متعہ کی اجازت دیتے تھے۔ امام الباجی رحمہ اللہ، جو کہ مالکی امام ہیں، فرماتے ہیں کہ ابن حبیب کی روایت ہے کہ ابن عباس وعطاء متعہ کا حکم دیتے تھے، مگر بعد میں رجوع کرلیا تھا۔

(المنتقی: ٣/ ٣٣٤)

۲: **ابن جریج:** ابوعوانہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اہل بصرہ سے فرمایا: ''میں نے تم سے متعہ کی حلت کے بارے میں ۱۸/احادیث ذکر کی ہیں۔ گواہ رہو میں اس قول سے رجوع کرتا ہوں۔

(تلخیص الحبیر: ٣/ ١٦٠)

۳: **ابن دقیق العید** فرماتے ہیں کہ بعض حنفیہ نے مالکیوں پر الزام لگایا ہے کہ وہ متعہ کی حلت کے قائل ہیں۔ یہ بات مالکیہ سے ثابت ہے کہ ایسا نکاح جو خاص وقت کے لیے ہو اور وقت گزارنے پر باطل ہوجائے، یہ نکاح متعہ ہے اور یہ نکاح جائز نہیں ہے۔

(فتح الباري: ٩/ ١٧٣)

۴: **امام شافعی:** امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متعہ کے بارے میں جو بات ابن عباس کی طرح امام شافعی کے بارے میں مشہور ہے۔ میرے علم کے مطابق صحیح نہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

۵: **امام احمد:** ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام احمد کے بارے میں جو قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح نقل کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے۔

(البدایہ والنہایہ)

۶: **ابن جریج:** نیل الاوطار میں ابن جریج کا نام بار بار ذکر ہوا ہے جو کہ صحیح نہیں۔ ابن جریر کا نام صحیح ہے بجائے ابن جریج کے۔

(شرح المهذب: ٤/ ١٤١)

صحابہ کرام اور ائمہ سلف کی متعہ کے بارے میں رائے:

اب یہاں ان اعتراضات کا جواب دینا بہتر ہوگا کہ جس میں صحابہ کرام میں سے چند ایک کا متعہ کے بارے میں علم نہ ہونے کی وجہ سے اباحت کا موقف تھا۔ مگر یہ موقف کچھ عرصہ تک کے لیے تھا جب انھیں علم ہوا تو انھوں نے رجوع کرلیا۔

ابن عباس کے موقف کا جواب:

ابن القیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

۱: ''صحیحین میں مختلف احادیث اباحت متعہ کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ جس طرح پہلے واضح احادیث گزر چکی ہیں جن سے متعہ کی حرمت ونسخ ثابت ہے۔ رہا ابن عباس کا موقف تو یہ موقف ان کا عدم علم کی بنا پر تھا۔ ابن عباس نے متعہ کو مباح اس وقت کہا کہ جب مسلمان حالت جنگ میں تھے یا اس طرح کے کٹھن حالات تھے اور اس رخصت کو وہ اس طرح سمجھتے تھے جیسے اضطراری حالت میں خنزیر یا مردار کے گوشت کھانے میں رخصت ہے۔ جب مسلمانوں کو اس کی حاجت نہ رہی تو انھوں نے اس موقف سے رجوع فرمالیا۔'' (زادالمعاد: ۱۰۲/۵)

۲: جعفر بن محمد (اہل تشیع کے امام) فرماتے ہیں کہ ہمیں حجاج نے، ان کو ابن جریج وعثمان بن عطاء نے، ان کو عطاء الخراسانی نے، ان کو ابن عباس نے اللہ کا قول ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ کے بارے میں بیان کیا کہ یہ آیت ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کی وجہ سے منسوخ ہے۔ (احکام القرآن: ۱۴۸/۲،،۱۴۹)

جابر بن زید فرماتے ہیں کہ یہ بات ابن عباس کا رجوع ثابت کرتی ہے۔ جعفر بن محمد کی سند بیان کرتے ہوئے ابوبکر الجصاص فرماتے ہیں کہ متعہ منسوخ ہے اور اس سے ابن عباس کا رجوع ثابت ہوتا ہے۔

یہاں ائمہ سلف کے اقوال تحریم متعہ کے ذکر کیے جائیں گے، ملاحظہ فرمائیں:

۱: **ابن حجر:** ابونضرہ کی جابر سے روایت جو کہ مسلم میں ہے کہ ہمیں عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ سے منع فرمادیا تھا، بعد میں ہم نے ایسا نہ کیا۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول کہ ہم نے بعد میں متعہ نہ کیا، اس کے حرام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(فتح الباري: ۲۱۸/۹)

۲: **امام طحاوی:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا کہ متعہ حرام ہے اور اس کو مرفوعاً بیان کیا اور کسی بھی آدمی نے اس بات پر انکار نہیں کیا۔ یہ حضرت عمر کے قول کی متابعت پر دلالت کرتا ہے کہ کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ (فتح الباري: ۲۱۷/۹)

۳: **ابن عبدالبر:** تلمیذ ابن عباس جو اہل مکہ واہل یمن تھے متعہ کی اباحت کے قائل تھے، پھر اہل مکہ ویمن کے فقہاء کا اس کی حرمت پر اتفاق ہوگیا۔ (نیل الأوطار للشوکاني)

۴: **ابن المنذر:** شروع اسلام میں اس کی رخصت تھی۔ میرے علم کے مطابق رافضیوں کے علاوہ کسی اور نے اس کی اجازت نہیں دی۔ جس نے اس کی اجازت دی اس نے سنت اور کتاب اللہ کی مخالفت کی۔ (فتح الباري: ۲۱٦/۹)

۵: **عبداللہ بن عمر:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ہمیں متعہ کی اجازت دی، پھر حرام کردیا۔ واللہ! اگر مجھے کسی عفیف آدمی کے بارے میں معلوم ہو کہ اس نے متعہ کیا ہے تو میں اس کو پتھروں سے رجم کردوں گا۔ (نیل الأوطار)

٦: **ابو مالک سیّد کمال بن سیّد سالم:** یہ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حلال تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اسے حرام کردیا گیا۔ ائمہ اربعہ، جمہور علماء، صحابہ اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کا موقف ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ (صحیح فقه السنة: ۳/ ۱۰۱)

۸: **امام بیہقی:** امام بیہقی جعفر بن محمد سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو جعفر نے فرمایا: یہ زنا ہے۔

(فتح الباري: ۲۱۷/۹)

۹: **ابن القیم:** ابن قیم رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ یہ مردار کی طرح ہے۔ خون، لحم خنزیر کی مانند متعہ ہے۔ یہ ضرورتاً مباح کیا گیا اور خوف کے وقت (جب مسلمان حالت جنگ میں تھے) اکثریت نے اس کا مفہوم نہیں سمجھا اور متعہ کی اباحیت کو تاابد سمجھتے رہے۔ جب ابن عباس نے یہ معاملہ دیکھا تو رجوع فرمالیا۔

(زاد المعاد لابن القیم: ۳/ ۳٤٤)

اب یہاں وہ من گھڑت، موضوع حدیث ذکر کی جائے گی جو کہ اہل تشیع بطور شاہد پیش کرتے ہیں:

۱: جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا وہ مرتبہ حسین رضی اللہ عنہ کو، جس نے دو مرتبہ متعہ کیا وہ مرتبہ حسن رضی اللہ عنہ کو، جس نے تین مرتبہ متعہ کیا وہ مرتبہ علی کو اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا وہ میرے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) مرتبے کو پہنچا۔ (تفسیر منہج الصادقین)

معاذ اللہ! کس طرح حرام کام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے پیش کیا جارہا ہے۔

چونکہ اہل السنۃ اور تشیع کے مسائل میں واضح فرق ہے۔ قرآن کو وہ محرف مانتے ہیں، اس لیے حرمت متعہ کو اہل تشیع کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔

۱: حضرت علی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز گھریلو گدھے کے گوشت اور متعہ سے منع کیا۔ (استبصار للطوسي: ۳/ ۱٤۲، تهذیب: ۱۸٦/۲، وسائل ۲۱: ۱۲)

۲: حضرت علی نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے سال نکاح متعہ سے منع فرمایا۔ (الروض النضیر للسیاغي: ٤/ ۲۱۳)

۳: حضرت علی نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ سے منع فرمایا اور کہا کہ اگر میں نے کسی کو ایسے کرتے ہوئے پایا تو اس کو رجم کروں گا۔'' (روض النضیر: ٤/ ۲۱۳)

۴: ابوعبداللہ متعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ متعہ چھوڑ دو، کیا تم میں سے کوئی حیا نہیں کرتا کہ وہ کسی کے قابل ستر اعضاء دیکھے۔''

(کافي: ٥/ ٤٥۳، أنوار: ۱۰۰/ ۳۱۱)

۵: امام جعفر سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''متعہ وہ کرتا ہے جو فاجر ہے۔'' (أنوار: ۱۰۰/ ۳۱۸،

وسائل: ١٤/ ٤٥٦، السرائر: ٤٨٣)

۶: علی بن یقطین کہتے ہیں: میں نے ابوحسن کاظم سے متعہ کے بارے میں پوچھا، ابوحسن نے کہا: ''تجھے اللہ نے اس سے مستغنی کردیا ہے۔'' (کافي: ٥/ ٤٥٢، وسائل: ١٤/ ٤٤٩)

۷: عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے متعہ کے بارے میں پوچھا تو ابوعبداللہ نے کہا کہ تُو متعہ کے ساتھ اپنے جسم کو پلید نہ کرو۔'' (وسائل:۱۴/۴۵۰)

۸: عمار کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے مجھے اور سلیمان کو کہا کہ متعہ تم دونوں کے لیے حرام ہے۔'' (الفروغ من الکافي: ٢/ ٤٨، وسائل للعاملي: ١٤/ ٤٥٠)

۹: حضرت علی سے روایت ہے کہ نکاح دو گواہوں اور ولی سے پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اور نکاح درہم یا دو درہموں اور ایک دن یا دو دن کے لیے نہیں ہوتا اور یہ نکاح کی شرط نہیں ہے۔''

(الروض النضیر: ٤/ ٢٠٦)

فصل:

شیعہ قوم جن احادیث کو بیان کرکے اپنے لیے حجت کی نئی راہیں کھولتے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ پر تقیہ کا الزام لگاتے ہیں، یہاں ہم ان روایات کی حقیقت انھی کے علماء کی زبانی بیان کریں گے۔

۱: محمد بن باقر الیہودی کہتے ہیں کہ (جو الکافی کے محقق ہیں) یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ ہم نے اہل السنۃ کے مقابلے میں ایک بہت بڑی تعداد ضعیف اور موضوع احادیث کی حاصل کی ہے۔

(مقدمة الکافي)

۲: حر العاملی بھی اسی طرح کے مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بات قطعی طور پر ثابت اور معلوم شدہ ہے کہ ایسی کتب جن میں ہمارے ائمہ نے مذکور اعمال کو کرنے کا حکم دیا ہے ان احادیث کے اکثر رواۃ ضعیف ومجہول ہیں۔''

(وسائل الشیعه: ٣٠/ ٢٤٤)

اب ہم یہاں حقیقی نکاح اور متعہ کے انعقاد کی شرائط ذکر کرتے ہیں:

عند اہل السنۃ:

۱: میاں بیوی کے درمیان عقد نکاح باقاعدہ تلفظ سے اور دو گواہوں کی موجودگی میں پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

۲: آدمی چار سے زائد عورتیں نہیں رکھ سکتا۔

۳: بیوی خاوند کی وفات کے بعد وارث ہوتی ہے۔

۴: باکرہ کی صحیح شادی کے لیے باپ کی موافقت شرط ہے۔

۵: شادی کی مدت دائمی وتاابد ہوتی ہے۔

۶: مرد اپنی بیوی کے نان ونفقہ، یعنی اس کا کھانا اور کپڑا کا ذمہ دار ہے۔

عند الشیعہ:

۱: شادی صیغہ عقد کو تلفظ کے ساتھ بغیر گواہوں کے پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

۲: آدمی بغیر شرط کے کئی عورتیں عقد میں رکھ سکتا ہے۔

۳: بیوی خاوند کی وفات کے بعد وارث نہیں ہوتی۔

۴: باپ کی موافقت نہ شرط ہے اور نہ ہی جائز ہے۔

۵: مدت زواج: چند گھڑیاں، دن، سال یا پھر جس پر مرد وعورت راضی ہوجائیں۔

۶: مرد عورت کا ذمہ دار نہیں۔

شیعہ نکاح کو فسخ کرنے میں کتاب اللہ اور سنت محمدی کی دل کھول کر مخالفت کرتے ہیں۔ جس طرح نکاح کے انعقاد میں ان کا موقف مختلف ہے بالکل اسی طرح فسخ نکاح کی شرائط بھی ان کے ہاں کتاب وسنت سے ہٹ کر ہیں اور درج ذیل ہیں:

شروط فسخ نکاح:

عند اہل الشیعہ: ۱: طلاق کے لیے عادل گواہوں اور صیغے کا تلفظ کرنا ضروری نہیں۔

۲: نکاح ہر حال میں فسخ ہوجاتا ہے۔

۳: مرد اس مدت میں بیوی کے نان ونفقہ کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔

عند اہل السنۃ: ۱: طلاق دو عادل گواہوں اور طلاق کے صیغے کے

ساتھ واقع ہوتی ہے۔

۲: عورت کو حالت قرء میں طلاق نہیں ہوتی۔

۳: عورت کی مدتِ عدت میں نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے۔

اب چلتے چلتے ایک نظر کرم متعہ کے نقصان پر ڈالتے جائیں کہ متعہ کا نقصان کسے پہنچتا ہے اور فائدہ کس کو؟ یہ بات تو حتمی ہے کہ ہوس کے پجاری کی تو ہوس پوری ہوجائے گی، لیکن عورت کو رقم لے کر فائدہ ہونے کے ساتھ جو نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہ کم نہیں ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے عورت کو ایک سے زیادہ خاوند رکھنے سے منع فرمایا۔

اب ہم عراق کے ایک سابقہ شیعہ عالم سیّد حسین موسوی کی زبانی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جو انھوں نے اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں رقم کیا ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کرنے لگی کہ بیس برس قبل مجھ سے عراق کی معتبر درسگاہ ''حوزہ'' کے معتبر عالم سیّد حسین الصدری نے متعہ کیا جس کی وجہ سے میں حاملہ ہوگئی۔ جب مقررہ وقت پورا ہوا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ مدت بعد بیٹی نے جنم لیا اور جب یہی بیٹی جوانی میں قدم رکھ چکی، اور شادی کے قابل ہوئی تو (وہی) امام موصوف (سیّد حسین الصدری) نے میری بیٹی (جو اس کی بیٹی بھی تھی) کے ساتھ متعہ کیا۔ جب بیٹی حاملہ ہوئی تو مجھ پر انکشاف ہوا کہ اسی سیّد نے اپنی بیٹی سے متعہ کیا ہے۔ اسے معلوم ہی نہ تھا کہ اس نے کتنی بار اپنی ہی بیٹی سے زنا کیا ہے۔ (کشف الاسرار:۴۴)

نعوذ باللہ من ذلک کس طرح اپنی ہی ماؤں، بہنوں کی عزتیں لوٹی جاتی ہیں۔ پھر اسی مذکورہ کتاب میں موسوی صاحب شیعہ قوم پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ میں مدرسہ حوزہ میں امام خوئی (مفتی مدرسہ ہذا) کے پاس بیٹھا تھا کہ دو نوجوان (شیعہ اور سنی) کسی مسئلے پر جھگڑتے آرہے تھے اور کسی اہم معاملے کی گتھی سلجھانے کی حتی الامکان کوشش کر رہے تھے کہ ایک جوان نے امام خوئی سے فتویٰ پوچھا۔ لڑکوں اور امام میں درج ذیل مکالمہ ہوا:

نوجوان: یا سید! آپ کا متعہ کے بارے میں کیا موقف ہے، یہ حلال ہے یا حرام؟

سیّد: اے لڑکے! تم اہل السنۃ ہو یا اہل تشیع؟

نوجوان: میں اہل السنۃ ہوں۔

سیّد: متعہ ہمارے مذہب میں حلال اور تمھارے مذہب میں حرام ہے۔

نوجوان: یا سیّد! میں اس شہر میں اجنبی ہوں اور مسلسل دو ماہ سے ٹھہرا ہوں۔ تم عارضی طور پر اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دو (یعنی متعہ کروالو) جب میں واپسی کا قصد کروں گا تو طلاق دوں گا۔

سیّد: چند لمحے سکوت اختیار کیا اور بولا میں سیّد ہوں۔ سیّد کی بیٹی حرام ہے جبکہ عام شیعوں کی بیٹیاں حلال ہیں۔

دوسرا نوجوان (شیعہ) سیّد خوئی کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا کہ سیّد صاحب مسلسل مسکرا رہے ہیں اور تقیہ سے کام لے رہے ہیں، پھر دونوں نوجوان وہاں سے چل دیے۔ موسوی صاحب کہتے ہیں کہ میں خوئی سے اجازت لے کر ان کے پیچھے چل پڑا۔ جب میں نے شیعہ سے بات چیت کی تو شیعہ کہنے لگا: اے مجرمو! تم نے اپنے لیے ہماری بیٹیاں حلال جبکہ ہمارے لیے اپنی بیٹیاں حرام کر رکھی ہیں۔ پھر اس (شیعہ) نے خوب اہل تشیع کو سب وشتم کیا اور قسمیں اٹھا کر کہنے لگا واللہ! میں عنقریب اپنے شیعہ مذہب سے پھر کر اہل السنۃ کے مذہب کو اختیار کرلوں گا۔ موسوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے قسمیں دے کر شیعہ لڑکے کو یقین دلایا کہ متعہ بالکل حرام ہے اور پھر دلائل دے کر اس کی مکمل راہنمائی کی۔ (کشف الاسرار: ۳۷، ۳۸)

نعوذ باللہ من ذلک۔ کس طرح اہل تشیع شریعت کے احکامات سے استہزاء کرتے ہیں۔

ابو مالک کمال بن السید عالم نے کیا خوب بات کی ہے کہ متعہ سے صرف دھوکہ، فریب، عداوت، دشمنی، بغض کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (صحیح فقہ السنۃ: ۳/۱۰۱)

اللہ ہمیں حق بات سمجھنے اور اسی پر عمل پیرا ہونے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے، آمین۔

استفسار

عصر حاضر کے مسائل پر علمی استفسار؟

عطاء محمد جنجوعہ

اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں یا غیر مسلموں کی عبادت گاہوں اور اُن کے مذہبی اجلاس میں گھس کر حملہ کرنا یا خودکش دھماکہ کرنا حرام فعل ہے، نیز کسی انسان کا خانگی حالات سے دل برداشتہ ہو کر، محبت میں ناکامی پر یا معاشی بدحالی سے گھبرا کر خودکشی کرنا حرام موت ہے۔ لیکن عصر حاضر میں خودکش وارداتوں کی نوعیت مختلف ہے، مثلاً: اسلامی ریاست کا کسی غیر مسلم ریاست سے معرکہ برپا ہو، دشمن کی تعداد زیادہ ہو اور اسلحہ بے پناہ ہو جبکہ مسلمان تعداد میں قلیل ہوں اور اسلحہ محدود ہو، چنانچہ دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے یا دشمن کی فوج مسلمانوں کے خطے پر حملہ کر کے قابض ہو چکی ہو تو اُن کے اِنخلا کے لیے امیر لشکر کے حکم پر چند سپاہیوں کا اسلحہ سمیت دشمن کی چوکی یا چھاؤنی میں چھپ کر گھس جانا اور فائر کھول دینا حتی المقدور جانی و مالی نقصان پہنچانا تاہم دشمن کی جوابی فائرنگ سے کسی سپاہی کا مر جانا اور کسی کا بچ جانا۔ دشمن کی مسلح فوج مسلم خطے کی طرف پیش قدمی کر رہی ہو اس صورت میں امیر کے حکم پر چند سپاہیوں کا اپنے جسم سے اسلحہ باندھ کر دشمن کی فوج میں گھس جانا اور اپنی جان ضائع کر کے دشمن فوج کی پیش قدمی کو روکنا۔

صہیونی تنظیم خود ساختہ بہانہ تراش کر مسلم ریاست پر قابض ہو چکی ہو جس نے اسلامی حکومت کا نظام درہم برہم کر دیا ہو۔

۱: اس صورت میں مقامی مسلمان مل کر مزاحمت کر رہے ہوں۔ اس صورت میں چھپ کر دشمن کو نشانہ بنانا یا دشمن میں گھس کر خودکش دھماکہ کرنا۔

۲: قابض فوجی پیدل یا کسی سواری پر پبلک مقام سے گزر رہے ہوں، اس صورت میں مزاحمتی گروپ کا خودکش حملہ کر کے دشمن کو جانی نقصان پہنچانا۔ لیکن اس صورت میں عام شہریوں کی ہلاکت کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔

۳: قابض فوج نے مقامی مسلم باشندوں کو فوج یا پولیس میں ملازم رکھا ہوا ہو، اس صورت میں مزاحمتی تنظیم یا پولیس چوکی یا فوجی چھاؤنی میں خودکش دھماکہ کرنا، اور اس صورت میں مقامی مسلمان ملازمین کے ہلاک ہونے کا خطرہ موجود ہوتا ہے۔

مذکورہ فدائی حملے ہوں یا خودکش دھماکے ہوں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے حوصلے پست ہو جائیں اور وہ انخلا پر مجبور ہو جائے۔ اس قسم کے خودکش دھماکوں سے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمان قلیل تعداد میں آباد ہیں اور ان کے مسائل نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہیں، مثلاً

☆...... وہ ارکانِ اسلام پر عمل کر سکتے ہوں، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ احسن انداز ادا میں کرنے کی قانونی اجازت بھی ہو۔

☆...... امر بالمعروف کی اجازت تو ہو لیکن نہی عن المنکر سے ممانعت ہو۔

☆...... مسلمان خود تو انفرادی طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکتے ہوں لیکن ان پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے ممانعت قانونی طور پر ہو۔

☆...... ایسے ملک بھی ہیں جہاں مسلمانوں کو عبادت کرنے کے لیے مسجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی معاشرے میں اسلامی تہذیب و تمدن پر عمل کرنے کی اجازت ہے، تاہم گھروں میں عبادت کر سکتے ہیں۔ ایسی مختلف النوع صورتوں میں ان مسلمانوں

پر قانون کے غلبے کے لیے کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

امریکہ میں نائن الیون کا حادثہ ہوا، اس میں القاعدہ ملوث ہے یا صہیونی لابی، اس سے قطع نظر، بعض ممالک نے اس کی آڑ لے کر مسلم شہریوں کی زندگیوں کو اجیرن بنا دیا ہے۔ اُن پر دہشت گردی کا الزام لگا کر طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی ہیں۔ اس صورت حال میں مظلوم مسلمان ظالموں کے خلاف جدوجہد کریں، ہجرت کر جائیں یا پڑوس کی اسلامی حکومت سے تعاون کی اپیل کریں۔

دنیا میں مسلمانوں کی خود مختار ریاستیں قائم ہیں۔ اُن کے پڑوس کی غیر مسلم ریاستوں میں مسلمان ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ایسی صورت میں مسلم حکومتوں پر شرعی لحاظ سے کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

اگر مسلم حکومت بین الاقوامی قانون کی پابندی کی وجہ سے مظلوم بھائیوں سے تعاون نہ کر سکتی ہو تو خود مختار مسلم ریاست کی عوام مظلوم بھائیوں کی اپیل پر یا خود ہی خیر خواہی کے جذبے سے اُن کے ساتھ عملی جدوجہد میں شرکت کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس جدوجہد کے لیے اپنی حکومت کی اجازت ضروری ہے یا نہیں۔ بصورت دیگر مظلوموں کی آہ و پکار سن کر چپ سادھ لیں اور اُن کے لیے دعا کرنے پر اکتفا کریں۔

عصر حاضر کے جمہوری دور میں قانون سازی کے اختیارات عوام کو حاصل ہوتے ہیں۔ وہ الیکشن کے ذریعے اپنے اختیارات منتخب نمائندوں کو سونپ دیتے ہیں۔ وہ ممبران ارکانِ اسلام پر عمل کریں یا نہ، البتہ ان کے بارے واجبی سی تعلیم رکھتے ہیں لیکن حدود وتعزیرات سے متعلق قرآن وسنت کے احکام عموماً بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے مسلمانوں کو عوام کی عزت وجان ومال کے تحفظ کی خاطر قانون سازی کے طریقہ کار کے لیے اجتہاد کا حق حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اجتہاد کے حق دار کون ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اجتہاد کے حق داروں کے چناؤ یا نامزد کرنے کا کون سا طریقہ موزوں ہو سکتا ہے؟

مولانا محمد اسحٰق بھٹی کے بھتیجے ناصر محمود المعروف سلطان ناصر کا انتقال

مؤرخ اہل حدیث حضرت مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کے بھتیجے، جناب محمد حسین صاحب مرحوم (جڑانوالہ) کے صاحب زادے ناصر محمود المعروف سلطان ناصر ۱۹ اپریل بروز جمعرات حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ۱۹۶۵ء کو جڑانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد اسحٰق بھٹی کے بڑے بھائی جناب محمد حسین مرحوم کے یہ چہیتے بیٹے تھے۔ مولانا اسحٰق بھٹی اپنے اس بھتیجے سے بڑی محبت وشفقت کرتے تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ ۲۰ فروری ۲۰۱۲ء کو مرید کے مرکز طیبہ میں امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب نے پڑھائی۔ بعد ازاں ان کی میت ان کے آبائی گاؤں جڑانوالہ لے جائی گئی۔ یہاں دوسرا جنازہ شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی صاحب کی امامت میں پڑھا گیا اور یہیں تدفین عمل میں آئی۔ مرحوم، حاجی محمد اشرف (ناظم مالیات جماعۃ الدعوۃ) کے داماد تھے۔ پس ماندگان میں بیوہ اور آٹھ بیٹے بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ احباب سے دعائے مغفرت وبلندیِ درجات کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔ مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کا فون نمبر 042-37143677 ہے۔ (ادارہ)

ضرورت رشتہ

ایک اہل حدیث لڑکی کے لیے نمازی اہل حدیث لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ عمر ۲۴ سال، تعلیم: ایف۔اے، رنگ گندمی۔ (رابطہ: 0322-7714877)

حرمت قرآن کانفرنس برائے خواتین

جامعہ سلفیہ للبنات اہل حدیث چوک بیگم کوٹ لاہور میں حرمت قرآن کانفرنس برائے خواتین ۶ مئی ۲۰۱۲ء بروز اتوار صبح دس بجے ہوگی۔ مبلغاتِ توحید وسنت خطاب فرمائیں گی۔ خواتین اسلام سے شرکت کی درخواست ہے۔ (منتظمہ جامعہ ہذا)

دعائے صحت

مولانا محمد ارشد کمال صاحب خطیب مسجد ابوبکر صدیق اہل حدیث سکیم موڑ لاہور، گزشتہ دنوں سے علیل ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

اصلاحِ معاشرہ

اسلام میں خونِ مسلم کی اہمیت

حافظ ریاض احمد عاقب، اثری

آج خونِ مسلم کی ارزانی کا یہ عالم ہے کہ ارضِ پاکستان کا کوئی شہر، کوئی قریہ، کوئی بستی، کوئی گوشہ، کوئی کوچہ، کوئی گلی محلّہ اور کوئی چوک چوراہا دہشت گردی اور قتل وغارت سے محفوظ نہیں۔ کوئی سر برآوردہ شخصیت خونخوار درندوں کی دسترس سے باہر نہیں۔ کوئی مسجد، کوئی سڑک، کوئی گھر آگ اور بارود سے مامون نہیں۔ امن وامان کی صورتِ حال دگرگوں ہے۔ ہر طرف لاقانونیت کا دور دورہ ہے۔ قتل وغارت گری، غنڈہ گردی اور فساد ریزی کا بازار گرم ہے۔ علمائے حق ظلم وستم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ ایسی بے ضرر شخصیات ٹارگٹ کلنگ کا شکار بن رہی ہیں جن کا فرقہ واریت سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ جوامت مسلمہ کے تمام مسالک کے درمیان مفاہمت اور ہم آہنگی چاہتے ہیں۔

ایسی جلیل القدر شخصیات کا خون پانی سے بھی زیادہ کیوں ارزاں ہوگیا ہے؟ جو دین اسلام کے خادم بن کر شمع اسلام روشن رکھنے پر گامزن تھے۔ جو فرقہ واریت کے بتوں کو پاش پاش کر کے اصلاحِ امت کے لیے بے تاب تھے۔ جو چہار سو علم توحید بلند کر کے شرک وکفر کے ظلمت کدوں کو مسمار کرنے پر مامور تھے۔ جو منہج سلف صالحین کی نشر واشاعت اور ترویج کا جذبہ صادق رکھتے تھے۔ جو دفاعِ حدیث ومحدثین کا فریضہ انجام دینے میں بے حد دلی تڑپ رکھتے تھے، جو تبلیغ اسلام اور دفاعِ اصحاب رسول امین ﷺ کے سرگرم داعی تھے۔

انسانی خون کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی اہمیت وتکریم ہے اس کا اندازہ قرآن مقدس کی اس آیت مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ [المائدة: ۳۲]

’’جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد ریزی کرنے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔‘‘

جب کسی عام آدمی کو ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں تو ایک مومن ومسلم کو قتل کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره، التقوى ههنا، ويشير إلى صدره ثلاث مرات، بحسب امرىء من الشر أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه.))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ۲۵٦٤)

’’مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین مرتبہ اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ پھر فرمایا: آدمی کے بُرا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ اور ہر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔‘‘

تین امور کے علاوہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا حلال نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يحل دم امرىء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث: الشيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة.)) (صحيح بخاري، رقم

الحدیث: ٦٨٧٨، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ١٦٧٦)

''کسی ایسے مسلمان کا خون کرنا حلال نہیں ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہاں، ان آدمیوں میں سے کسی ایک کو قتل کیا جاسکتا ہے: شادی شدہ زانی، کسی جان کو ناحق قتل کرنے والا اور دین کو چھوڑنے اور جماعت سے الگ ہونے والا۔''

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے خونِ مسلم کی حرمت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے۔

خونِ مسلم کی اہمیت اس فرمانِ رسول ﷺ سے بھی لگائی جاسکتی ہے جس میں محمد عربی ﷺ نے خونِ مسلم کو بالکل اسی طرح حرمت والا قرار دیا ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ حرمت والی جگہ اور ایامِ حج حرمت والے ہیں۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے مقامِ عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

((إن دماء كم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ١٢١٨)

''بے شک تمھارے خون اور تمھارے مال تم پر حرام ہیں، جس طرح تمھارے اس دن (عرفہ)، اس مہینے (ذوالحجہ) اور تمھارے اس شہر (مکہ مکرمہ) کی حرمت ہے۔''

اسی طرح سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقامِ منیٰ میں خطاب کرتے ہوئے یوں فرمایا:

((قال: أليس يوم النحر؟)) قلنا: بلى يا رسول الله! قال: ((فإن دماء كم وأموالكم وأعراضكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا، وستلقون ربكم فيسألكم عن أعمالكم، فلا ترجعن بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض .))

(صحیح بخاري، رقم الحدی: ٤٤٠٦، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ١٦٧٩)

''آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟'' ہم نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں حرمت والی ہیں، جس طرح تمھارا یہ دن، تمھارا یہ مہینا اور تمھارا یہ شہر حرمت والا ہے۔ تم عنقریب اپنے ربّ سے ملنے والے ہو، پھر وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے سوال کرے گا۔ خبردار! تم میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔''

اس عظیم الشان خطبہ حجۃ الوداع میں محمد عربی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جمِ غفیر میں ایک مسلمان کے خون، مال اور اس کی عزت کی حرمت کا تذکرہ فرما کر واضح کردیا کہ ایک مسلمان کے خون، مال اور عزت وعصمت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی قدر وقیمت ہے۔

خونِ مسلم کی حرمت واہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیعت کے وقت اپنے اصحاب سے کسی کو ناحق قتل نہ کرنے پر بیعت لیا کرتے تھے۔ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں:

"بايعناه على أن لا نشرك بالله شيئا ولا نسرق، ولا نزني، ولا نقتل النفس التي حرم الله، ولا ننتهب، ولا نعصي."

(صحیح بخاري، رقم الحدیث: ٦٨٧٣)

''ہم (صحابہ) نے آپ ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ نہ ہم اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ بدکاری کریں گے، نہ کسی ایسی جان کو قتل کریں گے جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، نہ ڈاکہ زنی کریں گے اور نہ ہی نافرمانی کریں گے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے رسولِ اکرم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ابتدا ہی سے یہ تربیت کیا کرتے تھے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل نہ کیا جائے۔

خونِ مسلم کی اہمیت اس قدر ہے کہ اگر کوئی اپنی زبان سے صرف

کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔عمل صالح سے محروم رہتا ہے، اسلام میں اس کا خون بھی محفوظ ہے۔ سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حرقہ کی طرف لشکر کشی کے لیے روانہ کیا۔ ہم نے علی الصبح ان پر حملہ کیا اور ان کو شکست خوردہ کر دیا۔ اس جنگ میں میں اور ایک انصاری صحابی ایک آدمی کی طرف لپکے۔ جب ہم نے اس پر وار کرنا چاہا تو اس نے "لا إلـه إلا الـله" پڑھ لیا۔ انصاری صحابی اس کو مارنے سے رک گیا لیکن میں نے اپنا نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ جب ہم واپس مدینہ آئے اور یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا: ''اے اسامہ! تُو نے اسے کلمہ "لا إله إلا الله" پڑھنے کے بعد قتل کر دیا! میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے قتل سے بچنے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کہا: ''تُو نے اسے کلمہ "لا إله إلا الله" پڑھنے کے بعد قتل کر دیا!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ بات مجھ پر دھراتے رہے یہاں تک میں نے تمنا کی کہ کاش! میں اِس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔

(صحيح بخاري، رقم الحديث : ٦٨٧٢)

اس واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں دین اسلام میں خونِ مسلم کی کیا اہمیت ہے؟ جس ملک میں روزانہ خونِ مسلم پامال ہو رہا ہو، آئے دن درجنوں کلمہ گو مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہو، بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہوں اور جہاں دن دیہاڑے یا رات کے اندھیرے میں اسلحہ کی نوک پر گھروں، بازاروں، چوکوں اور گزرگاہوں میں ڈاکہ زنی اور قتل وغارت کے واقعات عام ہوں تو اس ملک کا امن وامان تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔

امن وامان بحال کرنے کے لیے حدود اللہ کا نفاذ لازمی ہے وگرنہ معاشرے زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ معاشرے کو بچانے کے لیے انسانی جان کا تحفظ اہم ہے اور انسانی جان میں ایک مومن کی جان اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ تمام کائنات کا خاتمہ کرنا اتنا بڑا جرم نہیں جتنا ایک بندۂ مومن کا خون بہانا جرم ہے۔ جیسا کہ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لـزوال الدنيا أهون على الله من قتل مؤمن بـغير حق .)) (ابن ماجة، رقم الحديث : ٢٦١٩ وتـرمذي، رقم الـحديث : ١٣٩٥، نسـائي، رقم الحديث : ٣٩٩٣ وحسنه الشيخ الألباني)

''کسی مومن کو ناحق قتل کرنے سے دنیا کا خاتمہ اللہ تعالیٰ پر زیادہ آسان ہے۔''

اس فرمانِ نبوی علی صاحبها الصلاة والسلام میں بندۂ مومن کو ناحق قتل کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اس سے دین اسلام میں خونِ مسلم کی اہمیت وعظمت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ اس دین میں کسی مسلمان بھائی کو قتل کرنا تو دور رہا اسے ڈرانا، دھمکانا، اس کی طرف خالی اسلحہ سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يحل لمسلم أن يروع مسلما .)) (أبوداود، رقم الحديث : ٥٠٠٤ وأحمد: ٥/ ٣٦٢ وسنده صحيح كما في غاية المرام، رقم الحديث : ٤٤٧)

''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يشير أحدكم على أخيه بالسلاح ، فإنه لا يـدري لـعـل الشيطان ينزع في يده ، فيقع في حفرة من النار .)) (صحيح بخاري، رقم الحديث : ٧٠٧٢ وصحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٦١٧)

''تم میں سے کوئی بھی کسی اسلحہ سے اپنے مسلمان بھائی کی طرف اشارہ نہ کرے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے (اسلحہ) کھینچ لے اور وہ (اس وجہ سے) جہنم کے گڑھے میں واقع ہو جائے۔''

یعنی کسی مسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ مسلمان بھائی کی طرف کسی بھی قسم کے اسلحہ سے اشارہ کرے۔ ہوسکتا ہے جب وہ اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرے گا تو شیطان اس سے یہ اسلحہ چلوا دے اور

وہ اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنے لیے جہنم کما لے، اس لیے محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلحہ سے اشارہ کرنا بھی منع کر دیا۔ جس شریعت میں کسی مسلمان کو محض ڈرانا، اس کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرنا منع ہے تو اس میں کسی کو تہ تیغ کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔

ذیل میں ہم قرآن وسنت کے دلائل قویہ سے ثابت کر رہے ہیں کہ مسلمان ومومن کو قتل کرنے کا کیا گناہ اور کیا نقصانات ہیں؟

۱۔ قتل مسلم کبیرہ گناہ ہے:

کسی مسلمان کو قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أكبر الكبائر: الإشراك بالله، وقتل النفس، وعقوق الوالدين، وقول الزور.))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٨٧١)

''کبیرہ گناہوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کو (ناحق) قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا شامل ہے۔''

۲۔ قاتل ناپسندیدہ ومبغوض شخص ہے:

خونِ مسلم بہانے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ترین شخص ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أبغض الناس إلى الله ثلاثة: ملحد في الحرم، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية، ومطلب دم امريء بغير حق ليهريق دمه.))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٨٨٢)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تین لوگ ہیں: حرم میں الحاد (کج روی) کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کے طور طریقے چاہنے والا اور کسی شخص کا ناحق خون بہانے والا۔''

۳۔ طریقہ رسول ﷺ سے ہٹا ہوا:

جو کسی مسلمان پر اسلحہ اٹھاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے ہٹا ہوا ہے۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من حمل علينا السلاح فليس منا.))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٨٧٤)

''جو ہم پر اسلحہ اٹھاتا ہے وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے۔''

۴۔ اعمال کی عدم قبولیت:

خونِ مسلم کی پامالی کرنے والے کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ہے۔ سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((من قتل مؤمنا فاعتبط بقتله لم يقبل الله منه صرفا ولا عدلا.)) (أبوداود، رقم الحديث: ٤٢٧٠، وصححه ابن حبان والحاكم والذهبي)

''جس نے کسی مومن کو قتل کیا اور بلاوجہ ظلم سے قتل کیا تو اللہ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، نفل نہ فرض۔''

۵۔ اچھے اعمال کی توفیق سے محرومی:

بندۂ مسلم ہمیشہ خیر وبرکت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ ربّ ذوالجلال کی طرف سے اچھے اعمال کی توفیق میں رہتا ہے۔ لیکن جب کسی کو ناحق قتل کرتا ہے تو وہ اچھے اعمال سے محروم ہو جاتا ہے۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لن يزال المؤمن في فسحة من دينه ما لم يصب دما حراما.))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٨٦٢)

''مومن ہمیشہ اپنے دین کے اعمال صالحہ کی وسعت میں رہتا ہے جب تک کسی حرام خون کے بہانے کا مرتکب نہ ہو۔''

اس حدیث کی وضاحت سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يزال المؤمن معنقا صالحا ما لم يصب دما حراما، فإن أصاب دما حراما بلح.))

(أبوداود، رقم الحديث: ٤٢٧٠)

''مومن ہمیشہ اطاعت وفرمانبرداری اور اچھے اعمال کی توفیق میں رہتا ہے جب تک کہ کسی حرام خون کا ارتکاب نہ کرے، جب وہ حرام خون کا ارتکاب کربیٹھتا ہے تو وہ نیک اعمال کی توفیق سے محروم ہوجاتا ہے۔''

٦۔عدم مغفرت:

اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف کردے گا لیکن شرک اور قاتل مومن کو معاف نہیں کرے گا جیسا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے:

((كل ذنب عسى الله أن يغفره إلا من مشركا، أو مؤمن قتل مؤمنا متعمدا.))

(تقدم تخريجه آنفا وسنده صحيح)

''اُمید ہے کہ اللہ ہر گناہ معاف فرمادے گا مگر وہ جو شرک کی حالت میں مرگیا یا جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا ہو۔''

٧۔جہنم کی سخت وعید:

جو شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے قرآن مقدس میں سخت وعید سنائی ہے۔فرمانِ ربانی ہے:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

[النساء: ٩٣]

''جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کردے اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے شخص کو پانچ سخت وعیدیں سنائی ہیں:

۱: اس کی سزا جہنم ہے۔

۲: جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

۳: اس قاتل پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔

۴: وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت (پھٹکار) کا مستحق ہے۔

۵: اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ایک حدیث رسول ﷺ میں آتا ہے کہ اگر ایک مومن کے قتل میں پوری دنیا کے لوگ شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان تمام کو جہنم رسید کردے گا۔سیّدنا ابوسعید خدری اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لو أن أهل السمآء والأرض اشتركوا في دم مؤمن لأكبهم الله في النار.)) (سنن ترمذي، رقم الحديث: ١٣٩٨ وصححه الألباني)

''اگر آسمان اور زمین والے (تمام لوگ) ایک مومن کے خون (بہانے) میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں ڈال دے۔''

اس حدیث سے خونِ مسلم کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔جب خونِ مسلم اس قدر حرمت والا ہے کہ اس کی حرمت مکہ مکرمہ کی حرمت کی طرح ہے، خون مسلم بہانا ربّ ذوالجلال کے ہاں بہت بڑا جرم ہے، اور اس میں اتنی بڑی وعیدیں ہیں تو پھر ایک مسلمان کو قتل کرنا کیسے روا ہوسکتا ہے؟

عصر حاضر میں متعدد اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان میں خونِ مسلم اتنا ارزاں ہوچکا ہے کہ بم دھماکوں، خودکش حملوں کے ذریعے یا گھات لگا کر اندھا دھند فائرنگ کے ذریعے بے گناہ اور معصوم جانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے، حالانکہ اسلام میں خونِ مسلم کی حرمت کتنی واضح ہے۔ایسے کرائے کے قاتلین کو اپنے انجام بد سے ڈرنا چاہیے کہ وہ اپنے لیے سراسر نقصان کا سودا کررہے ہیں۔اپنے لیے جہنم کا ایندھن خرید رہے ہیں۔وہ دنیا کی عدالتوں سے تو بچ جائیں گے لیکن وہ ''مالك يوم الدين'' کی عدالت سے بچ نہیں سکتے کیونکہ اس دن بادشاہی صرف مالک ارض وسماء کی ہوگی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾

[المؤمن: ١٦]

ربّ العزت کی عدالت عالیہ میں سب سے پہلے خون کا ہی حساب لیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة في الدماء .)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٦٨٦٤)

''قیامت کے روز لوگوں میں سب سے پہلے خونوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

روزِ قیامت مقتول قاتل کو سر اور پیشانی سے پکڑ کر عدالت الٰہی میں دعویٰ دائر کرے گا وہ کہے گا:

"يا رب! سل هذا لم قتلني؟" (مسند أحمد: ١/ ٢٢٢ وترمذي، رقم الحديث: ٤٠٢٩ وابن ماجه، رقم الحديث: ٢٦٢١ وصححه الألباني)

''اے میرے ربّ! اس سے پوچھیے کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟''

اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنا دامن خونِ مسلم سے محفوظ رکھے اور کسی کو ناحق قتل نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((من لقي الله لا يشرك به شيئا، لم يتند بدم حرام، دخل الجنة .)) (ابن ماجة، رقم الحديث: ٢٦١٨ وصححه الألباني)

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا تھا اور اس نے حرمت والا خون نہیں بہایا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

اور جس نے خونِ مسلم سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا ہوگا وہ عذابِ الٰہی سے نہیں بچ سکا جس طرح گزشتہ سطور سے واضح ہو چکا ہے۔

اظہار تشکر و ضروری اعلان

فرمانِ نبوی ہے: ((من لم يشكر الناس لم يشكر الله)) ۱۷ / مارچ بروز ہفتہ کو مسجد نبوی کے اندر موجود تھا کہ برادر اصغر ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر کی شہادت کی خبر ملی۔ بلاشبہ یہ دردناک واقعہ میرے لیے انتہائی صدمے کا باعث تھا۔ اور نہ صرف ہمارے خاندان بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ اس موقع پر عرب وعجم سے کثیر تعداد میں علماء، مشائخ اور قائدین کے تعزیتی پیغامات موصول ہوئے اور علماء ومشائخ کی ایک بڑی تعداد تعزیت کے لیے حاضر ہوئی جن کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا مشکل ہے۔ میں بالخصوص مکتب الدعوۃ السعودیہ کے عہدے داران، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ سلفیہ اسلام آباد، مرکز التربیہ فیصل آباد، جامعہ لاہور الاسلامیہ، مرکز اہل حدیث لاہور اور جامعہ اہل حدیث لاہور کے اساتذہ کرام ومشائخ، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، جماعۃ الدعوۃ پاکستان، جمعیت اہل حدیث پاکستان، متحدہ جمعیت اہل حدیث، جماعت اہل حدیث اور اہل حدیث یوتھ فورس کے قائدین، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مشائخ اور طلباء کرام، ادارہ الاعتصام، ادارہ علوم اثریہ کے عہدے داران کا انتہائی مشکور ہوں جو کثیر تعداد میں تعزیت کے لیے تشریف لائے اور رنج والم کے اس موقع پر ہمارا ساتھ دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور برادر محترم کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

تمام قارئین سے برادر مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضروری اعلان

تمام علماء کرام، مشائخ عظام اور قارئین کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ کی سوانح حیات اور خدماتِ دینیہ کے سلسلے میں کتابی شکل میں کام کا ارادہ ہم رکھتے ہیں جس کے لیے احباب کا تعاون درکار ہے۔ تمام علماء ومشائخ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کے حوالے سے اپنے تأثرات قلمبند کر کے لازماً ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

درخواست گزار: حافظ عبدالستار، سرپرست جامعہ سعیدیہ خانیوال، (برادر اکبر ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر) فون: 0334-6896235

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۴۱۸ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
(۱۲۳ از زیارۃ القبور، ص:۸۰۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۹ الشیخ محمد ناصر الدین البانی
(۶۳۴ ق قبروں پر مسجدیں اور اسلام، ص:۱۵۶۔ ضیاء السنۃ، ادارۃ الترجمہ والتالیف، فیصل آباد۔

۲۹۷ء۴۱۹ عبدالعزیز بن باز (مجموعہ ۸ کتب)
ب۱۸۲غ غیر اللہ سے فریاد رسی شریعت کی نظر میں، ص:۶۴۔ مرکز الدراسات الاسلامیہ، میاں چنوں، ملتان۔
۲۔ ایک چھوٹا وصیت، عبدالعزیز بن باز، ص:۱۶۔ مرکز الدراسات الاسلامیہ، ملتان۔
۳۔ حاضر وناظر (دور جدید) ایچ صمصام، ص:۳۱۔
۴۔ اضائۃ الملۃ فی ردّ البدعۃ، ڈاکٹر عبدالمجید شاکر، ص:۳۱۔ چغتائی جنرل سٹور اینڈ بک ڈپو، ملتان۔
۵۔ گلدستہ اشرفیہ، محمد اشرف سلیم، ص:۸۰۔ مکہ کتاب گھر، گوجرانوالہ۔
۶۔ قرآن نافہمی کے اسباب اور اس کا حل، عبدالرحمٰن کیلانی، ص:۳۲۔ انجمن تعمیر اخلاق، لاہور۔
۷۔ مسجدیں ویران کیوں، عبدالرشید راشد، ص:۱۶۔ قاری محمد یونس، ناظم جامعہ ثنائیہ، ساہیوال۔
۸۔ آداب مسجد اور مکروہات مسجد، قاری سیف اللہ عادل گوجرانوالہ، ص:۱۹۔ جمعیت رفقائے اہل حدیث، پاکستان۔

۲۹۷ء۴۱۹ عبدالعزیز بن باز، مترجم عبدالستار الحماد
ب۱۸۲غ غیر اللہ سے فریاد اور اسلام، ص:۵۶۔ مرکز الدراسات الاسلامیہ، ملتان۔ (تعداد نسخ:۴)

۲۹۷ء۴۱۹ مولانا خرم علی بلہوری
خ ۵۰ ن نصیحۃ المسلمین، ص:۱۷۔ نور محمد کارخانہ، کراچی۔

۲۹۷ء۴۱۹ مولوی ابوعبدالواحد قادر بخش
خ ۷۳ ر رفع الاشباہ فی تحریم النذر لغیر اللہ یعنی ردّ پیر کا بکرا، ص:۴۸۔

۲۹۷ء۴۱۹ علامہ سیّد محمد داود غزنوی
د ۴۵ ق قبر پرستی دنیا میں کیونکر پھیلی، اسباب وعلاج، ص:۳۲۔ المعہد الاسلامی السّلفی رچھا بریلی، یو۔ پی۔

۲۹۷ء۴۱۹ سیّد محمد داود غزنوی
د ۴۵ ق قبر پرستی دنیا میں کیونکر پھیلی، ص:۳۲۔ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ، کراچی۔

۲۹۷ء۴۱۹ محمد صادق قادری رضوی
ص ۲۱ ع علماء دیوبند کی دورنگی، ص:

۲۹۷ء۴۱۹ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
(۱۲۳ ش شرک کیا ہے؟ ص:۵۴۔ فردوس پبلی کیشنز، دہلی۔

۲۹۷ء۴۱۹ عنایت اللہ طور
ط ۸۱ ش شیطان کا جال، ص:۱۸۰ اظہار القرآن، ۱۶۔ اردو بازار، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۹ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی
ع ۶۳ ت تعویذ، گنڈہ شرک ہے، ص:۱۶۔ مسجد توحید، کیماڑی، کراچی۔

۴۱۹ء۲۹۷ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی
ع ۶۳ ی یہ قبریں، یہ آستانے، ص: ۴۰۔ مسجد توحید کیماڑی، کراچی
۴۱۹ء۲۹۷ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی
ع ۶۳ ی یہ مزار، یہ میلے، ص: ۴۰۔ مسجد توحید کیماڑی، کراچی۔
۴۱۹ء۲۹۷ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی
ع ۳۵۴ش مسلمانوں میں شرک کی بیماری، ص: ۸۔ مرکز دعوت اسلامیہ، صمد پورہ، اوکاڑا۔
۴۱۹ء۲۹۷ محمد قاسم خواجہ
ق ۳۰ ت تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں، ص: ۳۲۔ ندوۃ المحدثین، گوجرانوالہ۔
۴۱۹ء۲۹۷ فضل الرحمٰن کلیم کاشمیری
ک ۷۰ ا ایک تحقیقاتی مقالہ: اسباب شرک، ص: ۱۴۴۔ دفتر گلدستہ نماز، گوندلانوالہ، گوجرانوالہ۔
۴۱۹ء۲۹۷ ڈاکٹر مطہر شاہ
م ۴۸۶ ن نداء الحق، ص: ۲۳۶۔ حاجی نثار محمد خان ساکن شیوہ، تحصیل صوابی، صوبہ سرحد۔
۴۱۹ء۲۹۷ محمد
م ۲۸۱ ی یہ ہفتہ کیسا گزرے گا؟ ص: ۷۳۔ مرکز تحقیق واشاعت مسجد اتحاد المسلمین، لاہور۔
۴۱۹ء۲۹۷ محمد
م ۸۱ ت تعویذ کیا ہے؟ ص: ۴۰۔ مرکز تحقیق واشاعت ومسجد اتحاد المسلمین، لاہور۔
۴۱۹ء۲۹۷ مولانا ابو معاویہ عبدالرحمٰن منیر
م ۷۷ گ گمراہ کن عقائد، ص: ۱۲۰۔ عالمی تبلیغی تحریک، پاکستان۔
۴۱۹ء۲۹۷ پروفیسر نور محمد چودھری
ن ۸۷۸م مددگار اور کارساز کون، ص: ۹۹۔ فیض اللہ اکیڈمی، لاہور
۴۱۹ء۲۹۷ ابو نصیر کاشمیری
ن ۵۴ ت تلاش منزل، ص: ۵۴۔ مکتبہ دعوت فکر، اردو بازار، لاہور۔

۴۱۹ء۲۹۷ شاہ ولی اللہ دہلوی
ا ۸۶ ت تحفۃ الموحدین، مترجم: حافظ محمد رحیم بخش، ص: ۴۰۔ المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔
۴۱۹ء۲۹۷ حافظ صلاح الدین یوسف
ی ۴۷۷ ق قبر پرستی، ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ص: ۲۱۰۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور۔ (تعداد نسخ: ۲)
۴۱۹ء۲۹۷ حافظ صلاح الدین یوسف
ی ۴۷۷ ق قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ص: ۲۱۰۔ مکتبہ ضیاء الحدیث، مدنی روڈ، مصطفیٰ آباد، لاہور۔
۴۱۹ء۲۹۷ مولانا محمد حنیف یزدانی
ی ۲۵ ز زیارت قبور کا شرعی طریقہ، ص: ۱۹۲۔ مکتبہ نذیریہ، لاہور
۴۱۹ء۲۹۷ حافظ صلاح الدین یوسف
ی ۴۴۷ ق قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ص: ۲۱۰۔ مکتبہ ترجمان، دہلی، انڈیا۔
۴۱۸ء۲۹۷ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
ا ۱۲۳ ز زیارۃ القبور، ص: ۸۰۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور۔
۴۱۹ء۲۹۷ شاہ ولی اللہ
و ۸۶ ب البلاغ المبین فی احکام ربّ العالمین واتباع خاتم النّبیین، ص: ۱۷۶۔ الہلال بک ایجنسی۔
۴۱۹ء۲۹۷ شاہ ولی اللہ (مجموعہ ۳ کتب)
و ۸۶ ب البلاغ المبین فی احکام ربّ العالمین واتباع خاتم النّبیین، ص: ۱۸۴۔ الہلال بک ایجنسی، لاہور۔ (تعداد نسخ: ۲)
۲۔ تحفۃ الموحدین، شاہ ولی اللہ، ص: ۵۶۔ ادارہ اشاعۃ السنہ، لاہور۔
۳۔ اہل بیت، ابوالمرجان محمد فضل الرحمٰن مبارکپوری، ص: ۴۸۔ حکیم عبدالسمیع وعبدالسلام، ڈاکخانہ مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ۔

دین و ہنر

سرود و شعر و سیاست، کتاب و دین و ہنر
گہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ
ضمیر بندۂ خاکی سے ہے نمود ان کی
بلند تر ہے ستاروں سے ان کا کاشانہ
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فسون و افسانہ
ہوئی ہے زیر فلک امتوں کی رسوائی
خودی سے جب ادب و دیں ہوئے ہیں بیگانہ

(علامہ محمد اقبال)